(انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء)

اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ (القرآن)

سرکار آیت اللہ النجفی مدظلہ
کی
عہد ساز شخصیت
اور
تاریخ ساز کارنامے

تحقیق و تحریر
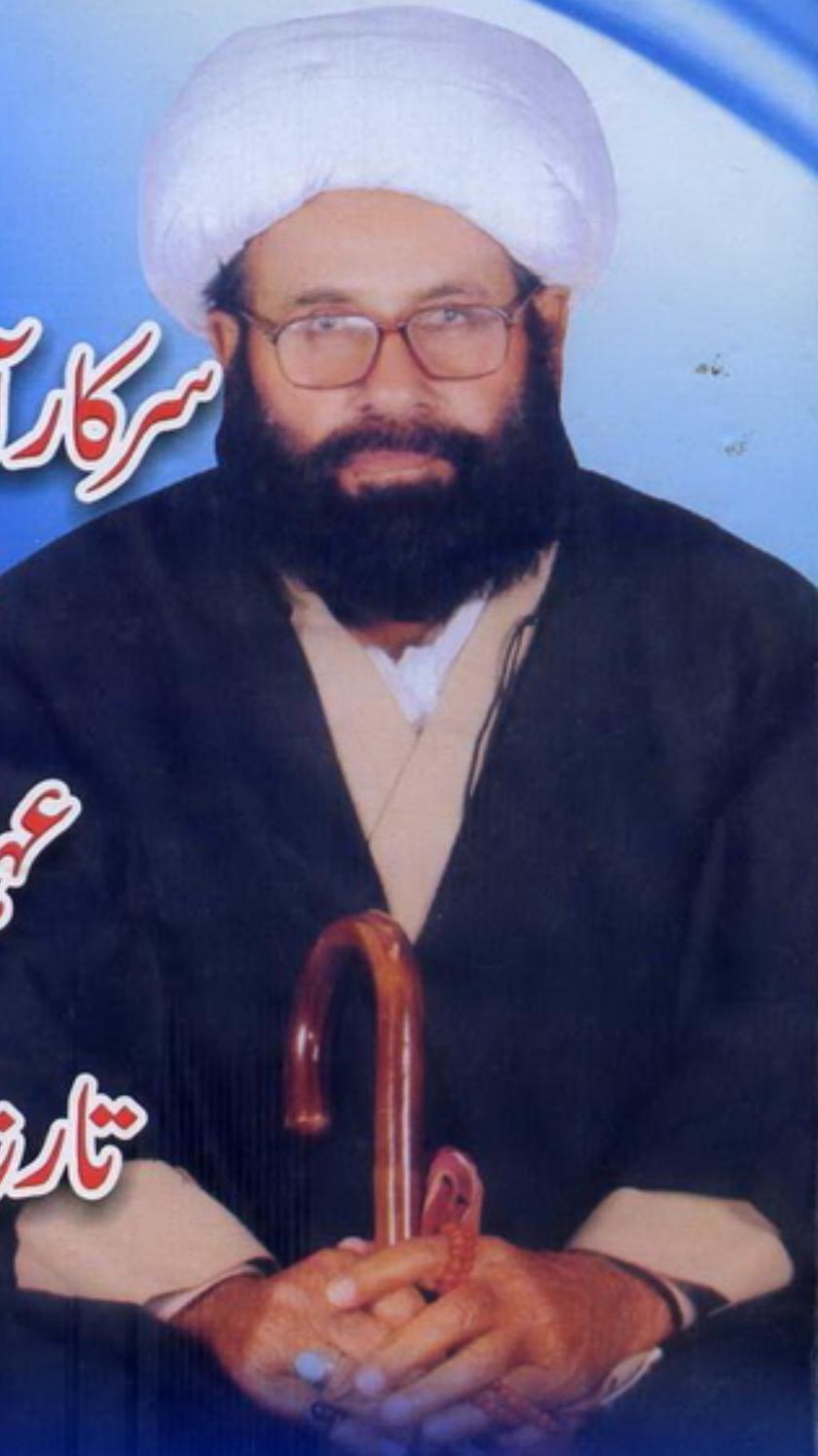
خطیب اہلبیتؑ ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان

ادارہ دقائق اسلام سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء﴾

(اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں) (القرآن)

﴿العلماء ورثة الانبیاء﴾

(علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں) (حدیث نبویؐ)

﴿کل الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمة اللہ و لم یوسیھم من روح اللہ و لم یومنھم من مکر اللہ﴾ (نہج البلاغہ)

سرکار آیت اللہ النجفی مدظلہ

کی

عہد ساز شخصیت

......اور......

تاریخ ساز کارنامے

تحقیق و تحریر

خطیب اہلبیتؑ ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان

ادارہ دقائق اسلام سرگودہا

نام کتاب: عہد ساز شخصیت۔تاریخ ساز کارنامے

مصنف: ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان

تعداد: ایک ہزار

طبع: اول

ناشر: ادارہ دقائق اسلام سرگودہا

مقام اشاعت: جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودہا

قیمت: -/150

ملنے کا پتہ: جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی نزد جوہر کالونی سرگودہا

رابطہ نمبر: 0346-8621655

0313-6771512

فہرست عناوین

﴾......دوسرا حصہ......﴿

تیسرا حصہ

بسمہ تعالیٰ

اظہار تشکر

سرکار علامہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی صاحب قبلہ کی شخصیت علمی حلقوں میں چاہے اندرون ملک ہو یا بیرون ملک کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ خداوند کریم نے ان کو علم وعمل کی دولت سے خوب نوازا ہے۔

جب راقم نے سرکار علامہ مدظلہ کی ذات اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے بارے تحقیقی انداز میں لکھنا چاہا کہ درحقیقت ایک مقالہ (Thesis) کی شکل میں تھا۔ تو ذہن میں خیال آیا کہ اس تھیسز کو عملی جامہ کیسے پہنایا جائے گا۔ کیا خبر تھی کہ جہاں سرکار علامہ مدظلہ کی مخالفت کرنے والے ہیں۔ وہاں اُن کے ایسے ایسے جانثار ساتھی بھی موجود ہیں۔ جو ان کے علم وعمل کی وجہ سے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لیئے تیار بیٹھے ہیں۔ فوراً کئی احباب کی طرف سے اس کتاب کو شائع کرانے کی پیشکش موصول ہونا شروع ہوگئیں۔ تاہم قرعۂ فال اپنے دیرینہ دوست سید ارشد حسین جعفری کے نام نکلا۔ جن کا تعلق گجرات ضلع سے ہے اور اس وقت یمن میں مقیم ہیں۔ انہوں نے تمام اخراجات کی حامی بھرلی۔ یہ کتاب مستطاب جو شائقین کے قدر شناس ہاتھوں میں ہے۔ ان کی مالی معاونت کی وجہ سے شائع ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کے ایصال ثواب کے لیئے ساری سعی جمیل کی ہے۔ خداوند کریم میرے برادر کی والدہ ماجدہ کی صدقہ جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بخشش فرمائے اُن کے حسنات کو قبول فرمائے اور سیئات سے درگزر فرمائے اور اُن کا حشر ونشر جناب سیدہ کی کنیزوں کے زمرہ میں فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ النبی وآلہ الطاہرین

دعاگو

ڈاکٹر افتخار حسین اعوان

مقدمۂ کتاب

خداوند کریم نے انسان کو اپنی قدرت کاملہ کا شاہکار قرار دیا ہے۔

فرمان خداوندی ہے:

''فتبارک اللہ احسن الخالقین''

اور پھر اپنی تمام مخلوقات میں سے اسے اشرف واکمل قرار دیا ہے و لقد کرمنا بنی آدم ہم نے کرامت وبزرگی کا تاج اولادِ آدم کے سر پر رکھا ہے''

اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اور اُسے نعمت عقل سے نوازا ہے۔ تا کہ وہ اس عقل کے ذریعے حق وباطل میں تمیز کرے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

''لا مال اعود من العقل''

کہ عقل سے بڑی دولت کوئی نہیں۔ پھر آگے چل کر حضرتؑ فرماتے ہیں:

''کفاک من عقلک ما اوضع لک سبل غیتک من رشدک''

تمہارے لئے اتنی عقل کافی ہے۔ جو تمہارے لئے گمراہی کے راستے کو ہدایت کے راستے سے الگ کردے۔

یعنی ہدایت اور گمراہی کی پہچان عقل سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت انسان کو اس لئے عطا فرمائی ہے کہ وہ اس نعمت کے ذریعے پہچانے کہ اس کا خالق و مالک کون ہے؟ اس کا حقیقی رازق و پالنہار کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے حقیقی ہادی کون ہیں؟ انبیاء کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ آئمہ طاہرین کی شان وعظمت کیا ہے؟ دین اسلام جو کہ دین فطرت ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ لیکن اس انسان نے بجائے عقل کے ذریعے حقائق

جاننے کے اس کے برعکس کام کرنا شروع کر دیا۔ اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرنے کی بجائے ہاتھوں سے بت تراش کر اُن کی پوجا شروع کر دی۔ اللہ کے بھیجے ہوئے ابنیاء کو چھوڑ کر خود ساختہ نبی بنا لیئے۔ پیغمبر اکرمؐ نے جو ہادی اور رہنما حکم خدا سے متعارف کروائے تھے اُن کو چھوڑ کر غیروں کو ہادی بنالیا۔ دین اسلام کو چھوڑ کر ''دین الٰہی'' کا ڈھونگ رچا دیا۔ غرضیکہ حق کی مخالفت شروع کر دی۔ اور اپنے خیالات و تصورات کو حقیقت سمجھ کر اُن کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ اس طرح انسان گمراہی کے گڑھوں میں گرتا چلا گیا۔ لیکن اس تمام صورت حال کے باوجود وہ خالق و مالک اللہ انسان کے سوئے ہوئے ضمیر کو بار بار جھنجھوڑتا ہے۔ تنبیہ کرتا ہے۔ اور پھر اپنی طرف سے انسان کی اصلاح کے لئے حقیقی ہادیانِ دین کو یکے بعد دیگرے کبھی انبیاء کی شکل میں کبھی ان کے اوصیاء کی شکل میں بھیجتا ہے۔ جو تمام تکلیفیں برداشت کر کے بھی انسان کو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا انبیاء و آئمہ طاہرین کا طریقہ ہے۔ اور انہی بزرگ و محترم ہستیوں کی سنت ہے۔ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے غیبت کبریٰ کے زمانہ میں عمومی نیابت علماء کرام و مجتہدین عظام کو حاصل ہے۔ جو بحمد للہ اپنا فریضہ بطریق احسن نبھا رہے ہیں۔ اور تمام تر مشکلات کے باوجود دین مبین اور مذہب حق کو پوری تندہی سے پھیلا رہے ہیں۔

انہی حق کے علمبرداروں میں ایک محترم نام سرکار علامہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہٗ کا ہے۔ جن کی محنت و کاوش سے شیعیان حیدر کرار کو مذہب اہلبیت کا صحیح تصور ملا۔ شرک، تقصیر، غلو، تفویض اور دیگر تمام قباحتوں سے پاک مذہب آلِ محمدؐ اپنی اصلی حالت میں دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا کہ: یہ ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا سچا اور صادق مذہب جو کہ تسلسل ہے۔ دین اسلام کا اور تسلسل ہے۔ شریعت محمدی کا۔

سرکارِ علامہ مدظلہٗ العالی کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آج اندرون ملک اور بیرون ملک ان کی ذات کو ان کے علمی کمالات اور دینی خدمات کی وجہ سے پہچانا اور جانا جاتا ہے۔ اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے۔ کہ حضرت علامہ کی ذات اور شخصیت کے وہ پہلو جو عوام الناس کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ ان کو اجاگر کیا جائے۔ تا کہ پتہ چل سکے۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ عوام کی نظروں میں ہر عمامہ پوش اور عبا بردوش ''علامہ'' ہے۔ اُن کے پاس کوئی معیار نہیں ہے۔ کہ جس سے وہ علم اور جہل میں فرق سمجھ سکیں اور اچھے اور بُرے

میں تمیز کر سکیں۔

بہر حال علامہ صاحب قبلہ کی ذات کو سمجھنے اور ان کی شخصیت کو جانچنے کے لئے یہ کتاب مستطاب ضرور مدد معاون ثابت ہوگی۔ اور عقل کی نعمت رکھنے والا انسان حقائق کو جان کر اور حقیقت کو پہچان کر مخالفت برائے مخالفت کی پالیسی ترک کر کے حقیقت کا معترف ہو جائے گا۔ وگرنہ

مانو نہ مانو جہانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

دعا ہے کہ خداوند کریم ہمیں حق کی طرف راہنمائی فرمائے۔ اور لوگوں کی جھوٹی افواہوں کے پیچھے دوڑنے کی بجائے حق کو پہچان کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی وآلہ الطاہرین

دعا گو

ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان

ادارہ دقائق اسلام سرگودھا پاکستان

فرمان امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

کل الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمة اللّٰہ و لم یوسیھم من روح اللّٰہ و لم یومنھم من مکر اللّٰہ

(نہج البلاغہ)

حقیقی عالم وہ ہے۔ جو لوگوں کو رحمتِ خدا سے مایوس نہ کرے اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے نا امید نہ کرے۔ اور نہ ہی انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کر دے۔

(ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائی معلومات (Basic Information):

سرکار علامہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی کی ذاتِ گرامی اپنے اندر عالمِ فی العالم۔ کی مکمل تصویر (Complete Picture) ہے۔ اُن کی ذات (Personal) کے مختلف پہلو (Different Aspects) ہیں۔

اسی طرح ان کی شخصیت (Personality) کے بھی مختلف انداز ہیں۔

بہرحال ذیل میں اُن کی ذات اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے بارے گفتگو ہو گی۔

سن ولادت اور جائے پیدائش (Year and place of birth):

آیت اللہ النجفی مدظلہ کا سن ولادت 1932ء ہے۔ اور جائے پیدائش جہانیاں شاہ جو کہ ضلع سرگودہا کی تحصیل ساہیوال میں جھنگ سرگودہا روڈ پر لب سڑک ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی رانا تاج الدین مرحوم (متوفی 1944ء) ہے۔

ذاتی خصوصیات (Personal Characteristics):

ہر انسان چاہے وہ اچھا ہے۔ یا بُرا۔ اس کی ذات کے کچھ خصوصیات ہوتے ہیں۔ جو اس کی ذات کا خاصا اور پہچان ہوتے ہیں۔ اس کی فطرت وطبیعت (Nature) کے عکاس ہوتے ہیں۔

آج کل "جینز" (Genes) اور Genetical factors کی بات عام ہے۔ میڈیکل سائنس (Medical Science) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ انسان کے اندر ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ جو وہ اپنے والدین سے حاصل (Inherit) کرتا ہے اور پھر وہ خاندانی طور پر منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ البتہ کچھ خصوصیات ان کے علاوہ ماحول و معاشرہ اور تعلیم و تربیت سے بھی ملتی ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ خداداد صلاحیتیں (God Gifted)

جن سے آدمی اپنے آپ کو انسان بناتا ہے۔ اور انسان اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کے دائرہ میں پہنچاتا ہے۔

بہر حال ہمارا موضوع سخن آقائے نجفی مدظلہ کی ذات کی خصوصیات ہیں۔ لہٰذا صرف اُن کی ذات پر بحث ہوگی۔ حالانکہ یہ ایک مشکل ترین موضوع ہے۔ لیکن ہمارا مطمع نظر یہ ہے کہ اُن کی ذات اور شخصیت کے وہ پہلو جو عامۃ الناس کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ وہ سامنے لائے جائیں۔ تاکہ موافقین و مخالفین کو آگاہی ہو سکے۔ لہٰذا ان کی ذات کے حوالے سے مختلف موضوعات و عنوانات کے تحت ذیل میں بحث ہوگی۔

ا۔ سادہ طرز زندگی:(Simple Life Style)

آیت اللہ النجفی مدظلہ کی ذات کی خصوصیات میں سب سے بڑی صفت ان کی روایتی سادگی (Traditional Simplitcity) ہے۔ سادہ طرزِ زندگی، سادہ بود و باش، سادہ لباس اور سادہ کھانا ان کی طبیعت کا خاصا ہے۔ البتہ اس میں بھی میانہ روی سے کام لیتے ہیں۔ نہ تو تصوف و عرفان کے مارے لوگوں کی طرح اوپر سے کچھ اور اندر سے کچھ نظر آتے ہیں۔ اور نہ ہی صرف دنیادار لوگوں کی طرح تکبر و نخوت کا اظہار کر کے اپنے آپ کو ہر وقت بنا سنوار کے رکھتے ہیں۔ بہر حال نعماتِ خداوندی کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اور غرور و تکبر سے پرہیز بھی کرتے ہیں۔

۲۔ انتھک طبیعت:

سرکار آیت اللہ نجفی کو خداوند کریم نے مضبوط جسم و جان کے ساتھ انتھک طبیع سے بھی نوازا ہے۔ ان کے سفر و حضر کی مصروفیات اور بے تحاشا کام (Rush of Work) دیکھ کر انسان پریشان ہو جاتا ہے۔ کہ وہ یہ تمام کام کس طرح مکمل کر لیتے ہیں۔ دور دراز کے لمبے لمبے سفر، رات دن کی مصروفیات تحریر و تقریر، تصنیف و تالیف اور پھر اپنے آپ کو فٹ (Fit) رکھنا خداوند کریم کا خصوصی عطیہ و مہربانی ہے۔ اُن کے اِن کاموں اور مصروفیات کو دیکھ کر ان کی اولاد بطور مزاح ان پر لفظ ''روبوٹ'' کا اطلاق کرتی ہے۔ یعنی اُن کی ذات پر تھکاوٹ (Tiredness)

کا احساس تک نہیں ہوتا۔ بہرحال خداوند کریم اُن کو اسی طرح زندہ و سلامت رکھے اور وہ صبح کہیں اور شام کہیں کے مصداق بنے رہیں۔

۳۔ بچوں سے پیار (Love with Children):

سیرت پیغمبر اکرمؐ میں ہے کہ آنحضرتؐ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ اپنے نواسوں حسنین شریفین علیہم السلام کو اپنے کندھوں پر اٹھانا اپنی زلفیں اُن کے ہاتھوں میں دینا اور پھر ان کو سیر کرانا تاریخ میں محفوظ ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے بچوں کے ساتھ پیار کرنا۔ اور اُن کو اپنی گود میں لینا بھی آپ کی سیرت طیبہ میں شامل ہے۔

ان باتوں کا مشاہدہ راقم نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔ کہ آقائی نجفی مدظلہ، چھوٹے بچوں سے شفقت و پیار سے پیش آتے ہیں۔ کبھی یہ نہیں دیکھا کہ یہ بچہ کسی بڑے جاگیردار کا ہے۔ یا غریب و نادار کا۔ اُٹھا کر گود میں بٹھا لینا سر پر ہاتھ پھیرنا۔ اس سے باتیں کرنا ہنسنا اور ہنسانا انہی کا خاصا ہے۔ ورنہ کئی خشک مقدسین کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بچوں سے بھی پیار نہیں کرتے، دوسرے بچوں سے پیار کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ صرف نجاست و پاکیزگی کے چکروں میں رہتے ہیں۔ اور اس بات کا نتیجہ (Result) یہ نکلتا ہے۔ کہ وہ بچے بڑے ہو کر باپ سے دور ہو جاتے ہیں۔

مختلف مدارس کے مدرسین کے بچوں کے ساتھ اس طرح گھل مل کر بیٹھتے ہیں۔ کہ جیسے یہ اُن کے بزرگ اور وہ ان کے بچے ہیں۔ خصوصاً مدرسہ باقر العلوم کوٹلہ جام ضلع بھکر میں مدرسہ کے جلسہ پر راقم نے دیکھا کہ مدرسین کے بچے دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ پھر اپنا اپنا انعام لیا اور دوڑ کر چلے گئے۔

مدارس کے چھوٹے طلباء کے ساتھ بھی یہی رویہ ہوتا ہے۔ اور اپنے بچوں نواسے نواسیوں کے ساتھ تو انتہائی شفقت و پیار سے پیش آتے ہیں۔ اُن کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہی سنت پیغمبر اکرمؐ اور سیرت آئمہ ہے۔

۴۔ عبادت خدا، قرآن خوانی، اورادعیہ کی پابندی:

سرکار آیت اللہ النجفی مدظلہٗ نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اپنی زندگی کا ایک شیڈول بنایا ہوا ہے۔ اپنی پنجگانہ عبادت کو وقت پر ادا کرنا، تلاوت قران مجید کرنا اور روزانہ کی دعاؤں کا باقاعدہ (Regularly) پڑھنا اُن کا معمول ہے۔

اور جن دعاؤں اور مناجاتوں کا پڑھنا ان کا معمول ہے۔ ان اوادو وظائف والی کتابیں ان کے پاس گاڑی میں رہتی ہیں۔ قرآن مجید، مفاتیح اور صحیفہ کاملہ اور وہ دعائیں ان کی زندگی کا معمول ہی نہیں بلکہ زندگی کا حصہ (Part of Life) بن چکی ہیں۔

ع اللہ کرے زور عمل اور زیادہ

بعض مخالفین مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ علامہ صاحب کو کتابوں والی پوٹلی جو گاڑی میں آگے پڑی ہوتی ہے۔ وہ ہر مشکل میں بچا جاتی ہے۔ خدا جانے اس میں کیا کچھ ہوتا ہے۔ بہر حال اس پوٹلی میں جو کچھ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

۵۔ حلیم طبعی:

سرکار آیت اللہ النجفی مدظلہٗ کی طبیعت میں قوتِ برداشت اور حلِم کی صفات خداوند کریم نے وافر مقدار میں ودیعت فرمائی ہیں۔ اور ان صفات کے صرف اپنے ہی نہیں بلکہ غیر بھی قائل ہیں۔

ان کی کتابوں کی مخالفت کرنے والے ایسے ایسے افراد بھی ہیں جو اُن کے شاگردوں سے کئی سال پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں وہ بھی چیلنج (Chalenge) کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم مناظرہ کریں گے، ہم مباحثہ کریں گے۔ ان افراد میں اکثر وہ لوگ ہیں۔ جو ذاکری کے چند دوہڑے یاد کر کے منبر پر آ گئے ہیں۔ یا کسی مدرسہ میں چند دن ضرب یضرب کی گردان کی اور ہفت اقسام یاد کرتے کرتے مدرسوں سے بھاگ گئے یا پھر وہ بونے قد کے لالچی

(Greedy) اور شہرت پسند شاگرد ہیں۔ کہ جنہوں نے اپنے علم کی بنیاد صرف اس جملہ پر رکھی ہوئی ہے کہ۔

؎ بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

لیکن اس کے باوجود سرکار علامہ مدظلہٗ کی طبیعت میں کچھ بھی ملال نہیں آیا صبر و تحمل و برداشت سے اپنا کا
جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مخالف خود ہی تھک کر چپ ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُن کے مضبو
اعصاب کی بدولت ہے۔

بقول کسے کہ ایک شخص بہت بڑا شاعر تھا اُس کا ایک بیٹا تھا۔ باپ جس قدر قابل تھا بیٹا اسی قدر نالائق تھا
باپ نے سوچا کہ بیٹا کیسے مقام حاصل کرسکتا ہے؟ اس کے لیئے کیا کیا جائے کہ اس کی بھی دال روٹی چلتی رہے۔
اُس شاعر نے مرتے وقت وصیت کی کہ بیٹا اور کچھ نہیں کرنا۔ صرف بڑے بڑے شعراء کے مجموعہ ہائے کلام لے کر
ان پر غلط ملط تنقید (Criticise) کر دینا۔ دنیا سمجھے گی کہ یہ بہت بڑا شاعر ہے۔ جو اتنے بڑے بڑے شعراء کے
کلام پر تنقید کر رہا ہے۔ اس طرح تیرا دھندہ چلتا رہے گا۔

ہاں البتہ اس نالائق بیٹے نے دوسرے شعراء کے کلام پر تنقید کی تھی۔ اور شہرت کمانے کا ذریعہ بنایا تھا۔
لیکن یہاں تو نالائق شاگرد دو چار قدم اور آگے بڑھ کر اپنے ہی استاد محترم پر تنقید کر رہے ہیں۔ اور اپنے گھٹیا پن کا
ثبوت دے رہے ہیں۔

لیکن ان تمام حالات کے باوجود سرکار علامہ مدظلہ کی طبیعت میں نہ اشتعال آیا اور نہ مقابلہ کا خیال آیا۔
مخالفین مخالفت کر کر کے تھک گئے لیکن ان کا پیمانہ صبر لبریز نہ ہوا۔ وہ فرمایا کرتے ہیں کہ:

؎ وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو؟

جب اُن کو اطلاع ملتی ہے۔ کہ فلاں شخص آپ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ تو آپ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ جب وہ
تھک جائے گا۔ تو خاموش ہو جائے گا۔ جتنا وقت اس کی ان فضول باتوں کے سننے میں صرف کرنا ہے۔ وہی کسی

سرکار علامہ آیت اللہ النجفی، ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان

سرکار علامہ آیت اللہ النجفی، سید ارشد حسین جعفری (سلطان المدارس کے سالانہ جلسہ کے موقع پر)

سرکار علامہ مدظلہ جناب علامہ ناصر مکارم شیرازی سے معانقہ کرتے ہوئے (دورہ ایران)

سرکار آیت اللہ النجفی علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم اور مرتضیٰ پویا اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ (مشہد مقدس ایران)

سرکار علامہ مدظلہٗ اور سرکار علامہ علی نقی نقن (مرحوم)

سرکار علامہ آیت اللہ النجفی قائد شہید السید عارف حسین الحسینی اور دیگر علماء کرام کے ساتھ
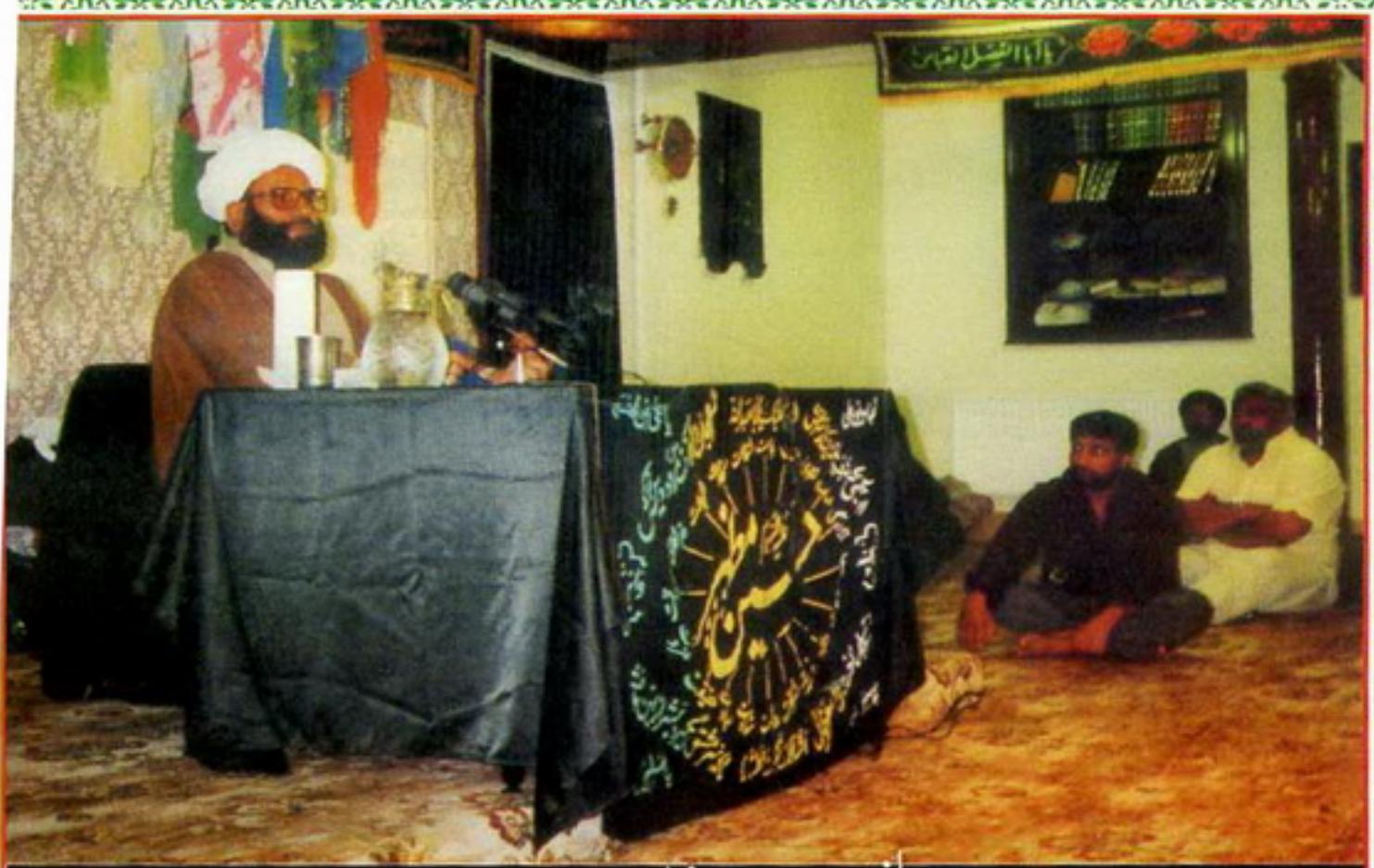
سرکار علامہ آیت اللہ النجفی لندن میں مجلس عزاء سے خطاب کرتے ہوئے

سرکار علامہ النجفی اپنے مرحوم بیٹے محمد سبطین کے ساتھ (نجف اشرف)
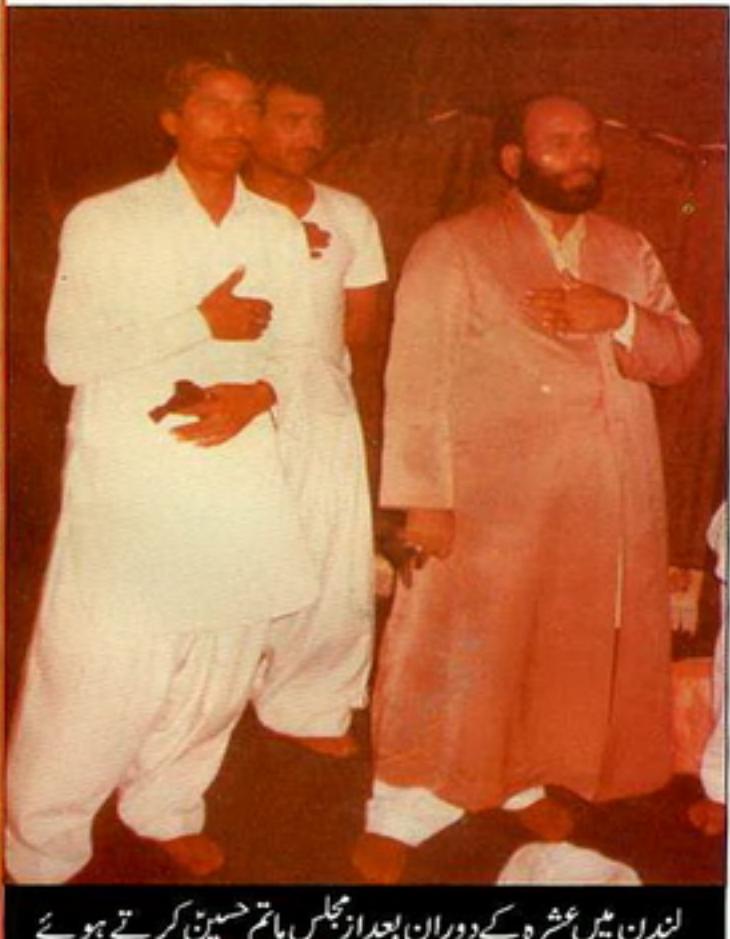
لندن میں عشرہ کے دوران بعد از مجلس ماتم حسینؑ کرتے ہوئے

مثبت کام میں لگا لیتے ہیں۔

۶۔ صلہ رحمی:

فرامین آئمہ اطہار علیہم السلام میں ملتا ہے: کہ اگر تم رزق کی فراوانی اور عمر طولانی چاہتے ہو۔ تو صلہ رحمی کرو اور قطع رحمی سے بچو۔ بعض بڑے بڑے نام صرف زبانی حد تک صلہ رحمی کا درس دیتے نظر آئیں گے۔ لیکن جب عملاً دیکھا جائے تو قطع رحمی اور قطع تعلقی اُن کا دستور العمل ہوتا ہے۔

لیکن آیت اللہ نجفی مدظلہ کی ذات میں اپنوں بیگانوں سے صلہ رحمی کرنا اور اسے حتی الوسع نبھانا شامل ہے۔ کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ آقائے نجفی کی پیٹھ پیچھے مخالفت کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں چاہے وہ مزاح کے انداز میں ہو یا طنز کے انداز میں۔ لیکن ادھر سے پھر بھی وسیع القلبی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور پوری خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے شریفانہ انداز میں اسلامی مروت کا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور ان کو محسوس بھی نہیں ہونے دیا جاتا کہ وہ اُن کی ان طفلانہ حرکات سے آگاہ ہیں۔ تا کہ وہ شرم سار نہ ہوں

؎ تا منفعل زر بخشِ بے جا نہ بینمش
می آرم اعترافِ گناہ ناکردہ را

۷۔ توکل بر خدا اور محنت سے لگن:

بعض لوگوں کے نزدیک توکل یعنی Trust on God کے معنی کچھ اس طرح ہیں۔

؎ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہیں

بس خداوند کریم پر توکل ہے۔ اللہ دے گا تو کھالیں گے اللہ دے گا تو پہن لیں گے۔ حالانکہ توکل کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں۔ توکل بر خدا کا صحیح مفہوم (Meanings) یہ ہے کہ۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سلیم سے نوازا ہے۔ اعضاء و جوارح عطا فرمائے ہیں۔ لہٰذا عقل و دانش سے

سوچ کر اعضا سے کام لیا جائے۔ اور سعی و کوشش (Struggle) کی جائے۔ خداوند کریم اس محنت میں برکت ڈالتا ہے اور کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ **"لیس للانسان الا ما سعیٰ"**

مشاہدہ شاہد ہے۔ کہ علامہ نجفی مدظلہٗ کی ذات میں توکل بر خدا، کام سے لگن اور حصول مدعا کے لئے کوشش کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔ سہل انگیزی نام کی کوئی چیز اُن کے پاس نہیں ہے۔ کارِ دنیا ہو یا کارِ دین ہر کام کو محنت اور لگن سے انجام دینا ان کا شیوہ وشعار ہے۔ اور جس کام کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اُس کے کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ انجام کی پرواہ کئے بغیر محنت کرتے ہیں اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یہی توکل بر خدا کا صحیح مفہوم ہے۔ خداوند عالم ان کو اس کام میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ

۸۔ مشرقی روایات کی پابندی:

آقائے نجفی مدظلہ کی ذات میں اسلامی روایات کے ساتھ ساتھ اپنی مشرقی روایات (Traditions) کی پاسداری کا جذبہ بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ میل جول، خوشی وغمی میں شرکت بیمار پرسی، پڑوسیوں، رشتہ داروں اور دیگر جاننے والوں کے ساتھ حتی الامکان، اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

معتقدین میں ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ علامہ صاحب قبلہ اُن کے ہاں شادی کی رسم میں شرکت کریں اور موت وفوت کے وقت ان کے جنازہ و رسوم تجہیز و تکفین میں شرکت کریں جن کی تکمیل ان کی مصروفیات کی وجہ سے بعض اوقات ناممکن بن جاتی ہے۔ ان کے بعض ہمعصر احباب کے مطابق کہ "اگر مرنے والا چاہتا ہے کہ علامہ صاحب اس کا جنازہ پڑھیں تو وہ ان سے پوچھ کر مرے کہ وہ کب فارغ ہوں گے"۔ البتہ علامہ صاحب قبلہ فرمایا کرتے ہیں کہ موت تو انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ہاں اگر ان سے نکاح پڑھوانا ہے۔ یا مجلس تو پھر اُن سے رابطہ قائم کر کے تاریخ مقرر کریں۔

۹۔ مہمان نوازی:

سال بھر میں کوئی دن ایسا نہیں کہ مہمانوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہو۔ کبھی زیادہ کبھی کم یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ اور ہر وقت موسم اور وقت کے لحاظ سے مہمان نوازی کا یہ پروگرام (Programme) جاری رہتا ہے۔

بہر حال ایک وقت تھا کہ جب تحریک تحفظ تعلیماتِ آل محمد علیہ السلام کا سالانہ جلسہ امام بارگاہ بلاک ۷ میں ہوتا تھا۔ (جو کہ اب مدت ہوگئی خدا جانے کس بد بخت کی نظر بد لگی۔ کہ وہ جلسہ پھر نہ ہوسکا۔ چند یتیم العقل علم وعمل سے عاری افراد رکاوٹیں ڈال کر ظاہراً اپنے اس عمل بد میں کامیاب ہوگئے ہیں اور اس عمل پر نازاں ہیں۔ کہ ہم علماء کرام کو یہاں نہیں پڑھنے دیں گے ہر بدعمل مقرر و ذاکر یہاں پڑھ سکتا ہے لیکن خدا جانے انتظامیہ اور ٹرسٹ کیوں چپ سادھ چکی ہے؟۔ اور یوں تبلیغ کا ایک بہترین ذریعہ ختم ہوگیا۔ خدا جانے علماء کے لیئے رکاوٹیں کھڑی کرنے والے بروز محشر کیا منہ دکھائیں گے۔) لیکن مہمانوں کی کثرت قبلہ علامہ صاحب کے گھر میں رہائش پذیر ہوتی تھی۔ راقم الحروف کو بھی ایک بار اپنے ایک دوست مولانا محمد عباس کے ساتھ تحریک کے جلسہ میں شرکت کا موقع ملا۔ جلسہ کے منتظم اور تحریک کے صدر الحاج چوہدری صابر حسین باجوہ (مرحوم) سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے فوراً ایک فرمائش پوری کرنے کی درخواست کردی کہ ہمارے جنرل سیکرٹری صاحب کی داڑھی نہیں ہے۔ علماء کا جلسہ ہے۔ لہٰذا جلسہ کی سیکرٹری شپ کے فرائض آپ سرانجام دیں۔ اس طرح جلسہ کی بقیہ نشستوں کی میزبانی کے فرائض راقم نے انجام دیے تھے۔ یہ اب سے تقریباً بائیس تئیس سال پہلے کی بات ہے۔ لیکن تحریک کے سیکرٹری جنرل اتنے مستقل مزاج ہیں۔ کہ اب تک انہوں نے خیر سے داڑھی والی تکلیف نہیں کی۔ گو وہ تحریک کے سیکرٹری اب نہیں ہیں۔

بہر حال جلسہ کے دوسرے دن علی الصبح شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے ہم دونوں علامہ صاحب قبلہ کی رہائش واقع کوٹ فرید گئے۔ اور دیکھ کر حیرانگی ہوئی کہ علماء کرام کی کثیر تعداد وہیں موجود تھی اور ناشتہ کا دور چل رہا تھا۔ اسی ناشتہ پر قبلہ صاحب اور دیگر علماء کرام سے ملاقات آج تک یاد ہے۔ خصوصاً جب علامہ صاحب قبلہ نے

اپنے ملازم سے فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں عزیزان کے لئے ناشتہ لے آؤ تو ملازم کا یہ کہنا کہ ان کا ناشتہ بڑے گھر سے لاؤں یا چھوٹے گھر سے؟ تو قبلہ صاحب کا اُسے ڈانٹنا اور پھر سارے علماء کرام اور دیگر مہمانوں کا بے ساختہ ہنس پڑنا۔ اور ملازم کا اور زیادہ گھبرا جانا۔ آج تک یاد ہے۔ اور پھر میں نے اپنے ساتھی برادرم محمد عباس سے پوچھا۔ کہ یہ بڑے اور چھوٹے گھر کا معاملہ کیا ہے؟ پھر انہوں نے تفصیل سے بتایا۔ چونکہ وہ پہلے سے آتے جاتے تھے۔

بہر حال وہ وقت اور لمحات کتنے قیمتی تھی۔ جب قبلہ صاحب کے ہمعصر بزرگان موجود تھے۔ خاص طور پر قبلہ حافظ سیف اللہ جعفری صاحب مرحوم۔ جو کہ قبلہ صاحب کے ساتھ مخلص بھی تھے۔ اور مزاح کے انداز میں قبلہ صاحب سے دل لگی بھی کرتے تھے اور علامہ صاحب قبلہ کا بھی اُن کے بغیر وقت گزارنا مشکل ہو جاتا تھا۔

دیگر کافی بزرگان جو اس وقت موجود تھے۔ اور اس تحریک تبلیغ دین میں ان کے ساتھی اور مددگار تھے وقت گزرتا گیا اور سارے بزرگان ایک ایک کر کے رحمت خداوندی سے متصل ہوتے گئے۔ اور پھر اس چمن کی رعنائیوں میں کمی ہوتی گئی۔ علامہ صاحب قبلہ ان بزرگان کو یاد بھی کرتے ہیں اور اُن کی کمی بھی محسوس کرتے ہیں۔ خداوند کریم ان کو تا دیر سلامت با کرامت رکھے۔ وہ فرمایا کرتے ہیں۔

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا
ہم محو جرس نالۂ کاروں رہے

۱۰۔ اپنی گرہ سے مدارس کی معاونت۔

آج کے اس گئے گزرے دور میں علماء کرام کا دینی اداروں کو چلانا اور علم کے چراغ کو روشن رکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سوائے گنے چنے چند علماء کرام کے، جو اپنے ہدف سے مخلص ہیں زیادہ تر تعداد ان کاروباری (Professional) افراد کی نظر آتی ہے۔ جو عبا بر دوش تو ہیں۔ لیکن علم و عمل سے عاری اور اخلاص سے خالی صرف دکان داری کر رہے ہیں۔ اور جہاں سے ملے، پیسہ بٹورنے میں ماہر ہیں۔

دینی مدارس، مساجد اور عزاداری کے عنوان سے پیسہ اکٹھا کرنا ان کا شیوہ وشعار بن چکا ہے۔ لیکن جہاں تک میرا مشاہدہ ہے۔ کہ کم از کم پاکستان میں ایسا کوئی اہل علم نہیں ہے کہ جو اپنی محنت کی کمائی سے تمام واجبات ادا کرنے کے بعد ایک مربعہ زمین جو کہ زرعی اعتبار سے بہترین اور انتہائی قیمتی ہو۔ خرید کر مدرسہ کے نام کرائے۔ اور اس کی تمام آمدن مدرسہ کے کام آئے۔ یہ شرف قدرت نے دیا ہے۔ تو فقط حضرت آیت اللہ النجفی مدظلہٗ العالی کو۔ کہ جنہوں نے جلال پور جدید ضلع سرگودھا میں اپنی ذاتی گرہ سے ایک مربعہ زرعی زمین خرید کر مدرسہ کے نام کروایا ہے۔ اور اس کی ساری کمائی مدرسہ پر خرچ ہوتی ہے۔ اسی طرح دیگر کافی مدارس ہیں۔ جن کے ساتھ علامہ صاحب قبلہ مالی امداد و معاونت فرماتے رہے ہیں۔

۱۱۔ کسی قسم کی اندرونی اور بیرونی امداد سے مکمل اجتناب:

ہم بچپن میں مجالس عزا میں علامہ صاحب قبلہ کے مخالفین کی طرف سے علامہ صاحب پر لگائے گئے الزامات سنتے تھے۔ اُن میں سب سے بڑا الزام یہ ہوتا تھا کہ یہ چند علماء کرام نعوذ باللہ وہابیت کا پرچار کرتے ہیں۔ اور ان کو سعودی عرب سے مالی امداد ملتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ پروپیگنڈہ کرنے والے بھی بعض علماء نما افراد تھے۔ جن میں سے اس وقت اکثر اس دنیا سے جا چکے ہیں اور ان کے دین و دیانت کا معاملہ خداوند عالم کے سپرد ہے۔

بہر حال بڑے بڑے جلسوں میں علامہ صاحب قبلہ کا یہ جواب آج بھی ذہن میں محفوظ ہے۔ کہ ''سعودی عرب سے امداد یا ان کے نظریات کا پرچار تو بہت دور کی بات ہے۔ اگر کوئی شخص ایران و عراق جو کہ ہمارے علمی مراکز ہیں اور ساری ملت شیعہ کے خمس و زکوۃ کے امین بھی ہیں۔ اور ان سے لینا کوئی بری بات بھی نہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ میں نے کبھی کسی علمی و مذہبی یا سیاسی شخصیت سے کوئی ایک پھوٹی کوڑی بھی لی ہیں۔ تو اس پر میرا خون معاف ہے۔ وہ یہ بات علی الاعلان کہا کرتے ہیں۔ کہ کسی ماں نے ایسا کوئی بیٹا نہیں جنا، جو میرے قلم کا کوئی تراشہ یا بیان کا کوئی شوشہ خرید سکے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج تک بڑے سے بڑے مخالف بھی

یہ بات ثابت نہ کر سکے۔اور قبلہ صاحب جب بھی ایران کے دورہ پر جاتے ہیں تو سینہ تان کر اور اپنی خودداری کا ثبوت دیتے ہوئے برابری کی سطح پر تمام مجتہدین اور نمائندگان حکومت سے ملتے ہیں۔اور گفتگو کرتے ہیں۔آپ اکثر ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر گنگناتے ہیں۔

ے اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

الغرض ان کا قول ہے۔کہ

ع کہ پائی میں نے استغنا میں معراج مسلمانی

۱۲۔خودی اور خوداری طبیعت کا خاصا ہے:

انسانی فطرت Human Nature کا تقاضا ہے کہ وہ زندگی کی ہر آسائش (Facility) حاصل کرنے کے لئے اور شہرت کی بلندیوں پر فائز ہونے کے لئے کچھ بھی کرسکتا ہے۔عوام الناس نے دیکھا ہے کہ بڑے نامور افراد جن کے پاس علم تھا مال امام کھایا مدارس میں پڑھے پھر سیرت آئمہؑ بھی سامنے تھی۔لیکن اگر انہیں شیخیوں کے دسترخوان سے کچھ ملا تو انہوں نے دین و دیانت کو چھوڑ کر وہاں سے مال بٹورنا شروع کر دیا۔اور صریحی شیعی حقائق و عقائد کے برخلاف شیخیت کی ترویج میں لگ گئے سادہ لوح عوام یہی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔کہ وہ بھی تو عمامہ پوش علماء کرام ہیں۔شاید ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔اس طرح شیعیت کے روپ میں شیخیت کی ترویج ہوتی رہی۔اور آخر نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے دین و مذہب کا حلیہ بگاڑ دیا۔اور اگر بانیان مجالس، وڈیروں اور درباروں کے متولی حضرات نے اُن پر دباؤ (Pressure) ڈال کر اپنی من مرضی کرانا چاہی تو یہ بے چارے اُن کے آگے سر تسلیم خم کر گئے۔اور دین کو موم کی ناک بنا ڈالا۔

راقم نے ملتان میں تعلیم کے دوران اپنی آنکھوں سے اس وقت ایک مدرسہ کے پرنسپل کو ایک جاگیردار جو کہ مدرسہ کا سرپرست تھا اپنی عبا قبا سمیت اٹھ کر باہر صحن میں اس کی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اور جھک کر سلام

کرتے ہوئے دیکھا۔ اور اندر حال میں صرف اس متکبر کے لئے ایک کرسی رکھی گئی۔ باقی تمام شرکاء، علماء کرام معززین بمع پرنسپل صاحب کے نیچے دریوں پر بیٹھے اور بھی اس قسم کی کئی مثالیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آقائے نجفی مدظلہٗ پر اپنا خاص کرم فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے ہر شے ٹھکرا کر اپنی خودی کو برقرار رکھا۔ اور اس قول پر ثابت قدم رہے کہ

ے خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اس لیئے نہ آج تک کوئی ان پر بیرونی امداد کا الزام ثابت کر سکا اور نہ اندرونی وڈیروں کی کاسہ لیسی کا۔

ع یہ رتبہٗ بلند ملا جس کو مل گیا

۱۳۔ مصلحت پسندی سے گریز:

حالات کے ستم ظریف تھپیڑے بڑے بڑوں کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ اور وہ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے مصلحت پسندی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مثلاً کہیں ٹرسٹ اور انتظامیہ میں مسائل، کہیں پرنسپل شپ کا مسئلہ، کہیں تنخواہ و مراعات کا لالچ۔ کہیں مجالس کی دعوتوں کے کم ہونے کا ڈر۔ غرضیکہ جب مختلف امور رکاوٹ بن جائیں تو مصلحت پسندی کا شکار ہو جانا عام انسانوں کی عام کمزوری ہے۔

لیکن ان تمام مذکورہ بالا وجوہ سے واسطہ پڑنے کے باوجود علامہ صاحب قبلہ ہمیشہ ہر قسم کی مصلحت پسندی کو رد کرتے ہوئے حضرات آئمہ علیہم السلام کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلنے کو ہی دنیا و آخرت میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ اس لیئے وہ بار بار فرماتے ہیں:

ع کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی عظمت و بزرگی عطا فرمائی ہے۔ کہ وہ مشن اہلبیتؑ کو بلا خوف لومۃ لائم جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں۔ اور حق گوئی و بے باکی کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اپنے ہوں یا

بیگانے اختلافی امور میں ان کے بیان وفتویٰ پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ کسی کی نہ رورعایت کرتے ہیں۔ اور نہ ہی دینی ودنیوی معاملات میں کسی قسم کی مداہنت کرتے ہیں۔ والحمدللہ۔

۱۴۔ حق کے اظہار میں بیباکی:

خداوند کریم نے علامہ صاحب قبلہ کو اس صفتِ گرانمایہ سے خوب نوازا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر مسئلہ میں چاہے وہ فقہی مسئلہ ہو یا تاریخی حوالہ، رسومات کے متعلق ہو یا معاشی ومعاشرتی اقدار سے اس کا تعلق ہو۔ جب تحقیق کے بعد جو بات ان کے نزدیک حق ثابت ہو جائے۔ تو پھر اس کے اظہار واعلان میں کسی قسم کا تردد نہیں کرتے۔ بلکہ بانگ دہل اسے بیان فرمادیتے ہیں۔ اگرچہ وہ بات ابتدا میں کچھ لوگوں کو بری ہی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن آخر کار اس کا نتیجہ اچھا ہی برآمد وثابت ہوتا ہے۔

جب علامہ صاحب قبلہ نے عقائد پر اور پھر رسم ورواج کی اصلاح پر کچھ کتابیں لکھیں تو کچھ مصلحت پسند احباب نے اس پر تبصرہ کیا کہ باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن ابھی ان کے اظہار کا موقع نہ تھا۔ لیکن سرکار علامہ قبلہ ہیں کہ ''الحق یعلو ولا یعلی علیه'' کے تحت حق وحقانیت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ درویش جس کو تو نے دیے ہیں انداز خسروانہ

یہی وجہ ہے کہ آغاز میں مخالفین طائر بسمل کی طرح تڑپتے ہیں اور واویلا کرتے ہیں۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ ہاؤ ہو ختم ہو جاتی ہے۔ اور حق اپنی پوری تابناکی کے ساتھ جلوہ گر ہو کر اپنی حقانیت منوالیتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ:

حق طاقت ہے۔ طاقت حق نہیں والحمدللہ

۱۵۔طبیعت میں خوف نام کی کوئی چیز نہیں:

شیعیت کی تاریخ میں بہت ساری مثالیں مل جائیں گی کہ بعض جید علماء حق وحقانیت کو جانتے سمجھتے ہوئے بھی خوف خلق یا خوف حکومت کے پیش نظر اس حقیقت کا اظہار نہ کر سکے۔ لیکن کچھ ایسی ہستیاں بھی گزری ہیں جنہوں نے تختۂ دار پر چڑھنا منظور کر لیا مگر حق بات کہنے سے پیچھے نہ ہٹے کیونکہ ان کے ذہن میں خوفِ خلق نہیں تھا بلکہ اشتیاقِ ملاقاتِ خدا تھا۔

ایسی ہی چند ہستیوں میں سے ایک ہستی سرکار علامہ مدظلہٗ کی ہے۔ جن کی طبیعت میں خداوند کریم نے خوف (Fear) نام کی کوئی چیز ان کی سرشت میں رکھی ہی نہیں۔ دینی معاملات ہوں یا دنیاوی واقعات وہ بلاخوف و خطر توکل بر خدا کرتے ہوئے آگے ہی بڑھتے ہیں اور کسی قسم کے خوف وہراس کو خاطر میں نہیں لاتے۔ سچ ہے کہ

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

۱۶۔وفاداری بشرط استواری:

مشرقی اور اسلامی تہذیب (Islamic Culture) میں وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے۔ کے تحت علامہ صاحب قبلہ کی طبیعت میں اپنے مشن (Mission) مذہب اہلبیت اور قوم کے مفادات سے وفاداری زندگی کا سرمایۂ حیات ہے۔ علماء کرام ہوں یا عوام الناس، جس کے ساتھ ایک مرتبہ ہاتھ ملایا ہے۔ پھر ساری زندگی اس کے ساتھ نبھایا ہے۔ جب تک کوئی خود بدبخت بن کر نہ چھوڑ جائے انہوں نے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اور جو خود بلاوجہ چھوڑ جائے تو پھر وہ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور اس سے نہیں پوچھتے کہ

ع ہم سے سرگراں کیوں ہو؟

علماء کرام معززین یا شرفاء کو چھوڑنا یا اُن سے دوری اختیار کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ وہ تو اپنے عام ملازم یا

ڈرائیور اور گارڈ حتیٰ کہ وہ اپنی پرانی گاڑی کو بھی نہیں چھوڑتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ جائیں۔

وہ تو مرنے والے کی قبر کا احترام کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بعض لوگوں کی تیسری نسل سے تعلقات چل رہے ہیں۔ یعنی کسی کے دادا سے مراسم تھے اور اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد سے اور پھر اولاد کی اولاد سے مراسم چل رہے ہیں۔

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

۱۷۔خشک تقدس سے پرہیز:

سرکار علامہ صاحب بطور اہل علم حلال وحرام طہارت ونجاست، مکروہ ومباح وغیرہ کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اور یہی چیزیں تقدیس بدن وروح کا سبب بنتی ہیں۔ لیکن بعض خشک مقدسین کی طرح نہیں۔ جو اس نام نہاد تقدس کی وجہ سے لوگوں سے دور ہوجاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد اور گھر والوں سے الگ تھلگ ہوجاتے ہیں۔ اپنے بچوں تک کو پیار نہیں کرتے۔ اُن کو گود میں نہیں بٹھاتے۔ اُن سے ہاتھ تک نہیں ملاتے کہ کہیں ہاتھ نجس نہ ہوجائے، کہیں کپڑے نجس نہ ہوجائیں۔ اس دوری اور خشک تقدس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر والے اور اولاد ان سے دور ہوجاتے ہیں۔ اور مشاہدہ شاہد ہے۔ کہ مولوی صاحب الگ کمرے میں پڑے ہوتے ہیں اور بیوی بچے الگ رہ رہے ہوتے ہیں۔

لیہ ضلع کے علاقہ جمن شاہ کے نام نہاد پیر اور اُن کے مریدوں کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ دوسروں کے برتن میں پانی نہیں پئیں گے اُن کا لوٹا الگ ہوگا۔ اور لوٹا ہر وقت ہاتھ میں رہے گا۔ کوئی دوسرا اُسے ہاتھ لگادے۔ تو وہ نجس خیال کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ لڑنے مرنے پر تیار ہوجاتے ہیں۔

یہ طریقہ کار ہندوستان کے شودروں اور برہمنوں کے درمیان ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں بھی کچھ صحیح العقیدہ لیکن خشک مقدسین ایسے ہیں کہ جب کہیں مجلس پڑھنے جائیں۔ تو بانی مجلس کے دیے ہوئے بستر پر سولیں گے۔ برتنوں میں کھانا کھالیں گے۔ پانی پی لیں گے۔ لیکن لوٹا صرف اپنا استعمال

کریں گے۔ اگر ہاتھ گیلا ہے تو کسی سے سلام دعا نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہاتھ ملانے سے ہاتھ نجس ہو جاتا ہے۔ اور پھر اسے علیحدگی میں جا کر دھو لیں گے۔ تاکہ پاک ہو جائے۔ یہ نفسیاتی طور پر مریض بن جاتے ہیں۔ اور ساری عمر اسی چکر میں رہتے ہیں۔ بقول جھکانہ صاحب مرحوم۔ بانی کی باقی ہر شے پاک ہے۔ قصور صرف اسی بدبخت لوٹے کا ہے۔ کہ پاک ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔

لیکن علامہ صاحب قبلہ کی یہ صفت انتہائی اہم ہے۔ کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق مومن پر حسن ظن کرتے ہوئے ان کا دل توڑنا خلاف اسلام سمجھتے ہیں۔ اس لیئے لوگ ان سے مانوس ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگوں سے پیار و محبت سے پیش آتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ

؎ یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انسان

۱۸۔ لوگوں کی خوشی اور غمی میں شرکت کرنا:

اکثر مالدار اور دنیا دار قسم کے لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ لوگوں کی خوشی غمی کی رسومات میں کم و بیش ہی شرکت کرتے ہیں۔ اپنے نوکروں وغیرہ کو بھیج دیا خود نہیں جاتے۔ یا پھر اپنے مرتبہ (Status) کے لوگوں کے پاس جائیں گے۔ تاکہ اُن کا دبدبہ اور رعب قائم رہے۔ اکثر مولوی صاحبان بھی جب مجالس یا مدارس کی ذمہ داریوں سے زر و مال میں لوٹنے لگتے ہیں۔ کثرت مال سے گردن میں سریہ آنے لگتا ہے۔ تو اُن کا مزاج (Temprament) تبدیل ہو جاتا ہے۔ اب کسی غریب مومن یا ساتھی پر اُن کی نظر نہیں ٹھہرتی۔ اگر کوئی بڑا آدمی بلائے یا خوشی غمی کی تقریب ہو تو چلے جائیں گے۔ لیکن غریب کے ہاں جانا وہ اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ جب تک پورا پروٹوکول نہ ملے وہ گھر سے باہر نہیں جاتے۔ یہ بھی تکبر و غرور کی قسم ہے۔

لیکن سرکار علامہ مدظلہ کی عادت اور معمول ہے کہ ہر غریب امیر اپنے پرائے کی خوشی و غمی مین شرکت کی بھر پور کوشش کرتے ہیں۔ اور رواداری کے تحت اپنے تو بجائے خود دوسرے اسلامی بھائیوں کی ہر خوشی و غمی میں بھی

شرکت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ بھائی چارے (Brother hood) کا ماحول قائم رہے۔ یہ اور بات ہے کہ انتہائی مصروفیت کی وجہ سے اگر بروقت نہ جاسکیں تو پھر جب بھی موقع ملے ضرور جاتے ہیں اور لوگ بھی ان کے ساتھ اُنس کی وجہ سے منتظر رہتے ہیں اور وہ بھی پوری کوشش کرتے ہیں کہ اُن کے اعتماد پر پورا اتریں۔

۱۹۔تصنیف و تالیف کا زیادہ تر کام ماہ رمضان المبارک میں کرنا:

ماہ رمضان المبارک چاہے گرمیوں میں آئے یا سردیوں میں سرکار علامہ مدظلہٗ تحریر و تحقیق کا زیادہ تر کام رمضان المبارک میں ہی کرتے ہیں۔ جب کہ عام لوگ روزہ مشکل سے پورا کرتے ہیں پڑھنا پڑھانا تو دور کی بات دوسرے لوگوں سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ لیکن یہ علامہ صاحب کی ہمت ہے۔ کہ وہ روزہ کے باوجود تحقیق اور تحریری کام روزوں میں زیادہ توجہ اور دلجمعی سے انجام دیتے ہیں۔ اور روزے کے ساتھ دو دو مجالس عزاء بھی پڑھ لیتے ہیں۔ ان کی ساری بڑی بڑی کتب کی تصنیف تقریباً ماہ رمضان میں ہی ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ عام لوگ ماہ رمضان ختم ہونے پر خوش ہوتے ہیں مگر آپ پریشان ہوتے ہیں کیونکہ اس کے ختم ہونے کے ساتھ ان کے تحقیق کام کا سلسلہ رک جاتا ہے۔

۲۰۔خداداد حافظہ و یادداشت:

خداوند کریم کا خصوصی عطیہ ہے کہ علامہ صاحب قبلہ کا حافظہ اور یادداشت (Memory) بہت زیادہ ہے اکثر مقامات پر دیکھا ہے۔ کہ کئی سال گزرنے کے باوجود لوگوں کو ان کے نام سے پکارتے ہیں۔ اگر ایک تحریر ایک مرتبہ ان کی آنکھوں سے گزر جائے تو پھر ساری عمر نہیں بھولتی۔ یہ ایک ایسی خداداد صفت ہے جس کا اعتراف مخالفین بھی کرتے ہیں۔ سچ ہے۔

ے ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۲۱۔ خلوت وجلوت کا ایک ہونا:

ساری ذاتی صفات(Personal Characteristics) کا دار و مدار ذاتی کردار پر ہوتا ہے۔ اگر انسان میں ساری صفات ہوں۔ لیکن ذاتی کردار داغدار ہو۔ تو پھر سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ یہ عطیہ خداوندی علامہ صاحب قبلہ کے حصہ میں کثرت وفراوانی کے ساتھ آیا ہے کہ آج تک کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی اُن کے کردار پر حملہ کرنے کی جراٗت نہیں کر سکا۔ یہی وجہ ہے جس نے اُن کو دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز کر رکھا ہے۔

بعض مقررین وواعظین کو دیکھا ہے۔ کہ سٹیج پر بہت زیادہ مسکین شکل بنا کر اور بلندی کردار وسیرت کے مجسمہ بن کر وعظ ونصیحت کریں گے۔ لیکن جونہی تقریر ختم کی پھر اُن کے اور مذاق کرنے والے جھنڈ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ایک مقرر نے رسم قل میں تقریر کی۔ سامعین میں شیعہ سنی سارے مسلمان شریک تھے۔ انہوں ے خوب کردار اسلامی پر زور دیا۔ دوسرے لوگ بھی ان کی تقریر سے متاثر ہوئے۔ کہ یہ ہوتے ہیں شیعوں کے مولوی۔ مگر جونہی تقریر ختم کی۔ کرسی سے نیچے اتر کر بیٹھ گئے۔ وہیں کھانے کا بندوبست تھا۔ انہوں نے بھی وہیں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اور پھر جگت بازی، طنز ومزاح اور وہ جملہ بازی کی۔ کہ ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ حیران ہو گئے کہ یہ وہی صاحبِ منبر ہیں۔ جو چند لمحے پہلے کیا کہہ رہے تھے اور اب کیا کر رہے ہیں یعنی۔

؎ چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

مگر سرکار علامہ مدظلہٗ کی یہ خداداد صفت قابل ذکر ہے کہ وہ جو کچھ جلوت میں نظر آتے ہیں وہی کچھ بفضلہٖ خلوت میں دکھائی دیتے ہیں اور جو کچھ منبر پر دوسروں کو وعظ ونصیحت کرتے ہیں۔ اسی کے مطابق خود عمل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور یہی ایک مومن اور عالم دین کی پہچان ہے۔

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

۲۲۔توہمات سے دوری:

مشاہدہ کی بات ہے کہ بڑے بڑے مقدسین اس حد تک توہمات کا شکار ہوتے ہیں۔کہ ہر بات پر استخارہ جنتری کی تاریخیں دیکھ کر سفر کرنا۔سعد ونحس کے چکروں میں پڑے رہنا عقرب لگ گیا ہے۔تو پھر تین دن گھر میں بیٹھے رہنا۔کالی بلی راستہ کاٹ گئی۔تو سفر منقطع کر دینا۔نیک و بدشگون کا خیال۔یہ ہندوانہ رسم ورواج اور میل جول کا نتیجہ تو ہوسکتی ہیں۔مگر اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔

طالب علمی کے دور کی بات ہے۔کہ ایک طالب علم جو کہ ایک دو کلاس سینئر تھا۔میڈیکل کا طالب علم ہونے کے باوجود، استخارے پر چلتا تھا۔سالانہ امتحان ہو رہے تھے۔ایک دن اُس نے استخارہ کیا کہ پرچہ دینے جاؤں یا نہ۔استخارہ منع آ گیا۔وہ ہاسٹل میں بیٹھا رہا اور نتیجہ نکلا کہ وہ فیل ہوگیا۔اور سال ضائع گیا۔

خدا جانے آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے ماننے والے ہندوانہ رسموں کو کیوں اہمیت دیتے ہیں۔اسلامی روایات واقدار کو چھوڑ کر توہمات کا شکار کیوں ہو جاتے ہیں۔

سرکار علامہ نے اپنی کتاب اصلاح الرسوم میں ان باتوں کی نفی کی ہے۔ہاں اتنا ضرور ہے۔کہ اگر آپ کو بہت زیادہ تردد ہوگیا ہے کہ یہ کام کروں یا نہ کروں۔تو قبلہ علامہ صاحب فرماتے ہیں۔پہلے خداداد عقل سے سوچو اور اس کے بعد یہ عمل کرو۔اور اگر فیصلہ نہ ہوسکے تو پھر مشاورت کرو۔اور اگر بالفرض اس سے بھی مسئلہ حل نہ ہوسکے تو پھر استخارہ کرو۔البتہ اہم کو مہم پر قربان کرتے ہوئے انتہائی ضروری کام ہو تو پھر صدقہ دے کر اپنی روٹین جاری رکھو۔تاکہ کار دنیا رکنے نہ پائے۔مومن کا سب سے بڑا ہتھیار دعا اور صدقہ ہے۔

ہر کام سے پہلے دعا کرو اور صدقہ دو اور پھر توکل بر خدا کام کرو۔

و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

؎ دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

۲۳۔طویل سفر میں بھی جاگتے رہنا:

انسانی فطرت ہے۔کہ اگر سفر طویل ہو جائے چاہے اپنی گاڑی ہو۔یا پبلک ٹرانسپورٹ آخر انسان تھک کر سو جاتا ہے۔اگر نیند نہ بھی آئے تو جمائیاں (Yaning) لینے لگتا ہے۔یا پھر اُونگھ آ جاتی ہے۔چونکہ انسانی جسم تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

لیکن سرکار علامہ مدظلہٗ طویل سفر میں بھی سارا سفر جاگ کر گزار دیتے ہیں۔اونگھ تک نہیں آتی۔دوران سفر ادعیہ کی کتابوں کو پڑھتے رہتے ہیں۔ان کتابوں کے اکثر اوراق پر تحریر بھی مٹ چکی ہے۔لیکن بار بار پڑھنے سے تمام دعائیں یاد ہو چکی ہیں۔سفر کا آغاز سورہ توحید پڑھ کر اور صدقہ دے کرتے ہیں۔پھر پانچ مرتبہ آیت الکرسی گاڑی میں بیٹھتے ہی پڑھتے ہیں۔اس کے بعد دعاؤں والی کتابیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔اور اس طرح سفر بخیریت گزر جاتا ہے۔خداوند کریم دشمنوں اور شیطانوں کے شر سے محفوظ رکھے۔آمین

☆☆☆☆☆

دوسرا حصہ

حضرت علامہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی کی شخصیت اور اس کے مختلف انداز

بقول شاعر

قسمت کیا ہر شخص کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

خداوند کریم نے سرکار علامہ صاحب قبلہ کو ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت سے نوازا ہے۔ کہ اُن پر تبصرہ کرنا او
اُن کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرنا اگرچہ میرے جیسے ایک طالب علم کے بس کی بات نہیں ہے۔ تا ہ
ایک کوشش و کاوش ضرور ہے۔ کہ ان کی شخصیت کے چند پہلوؤں پر کچھ نہ کچھ ضرور نگاہ ڈالی جائے اور اُسے قارئ
کرام کے سامنے پیش کیا جائے۔

ا۔ بحیثیت طالب علم پاکستان میں (As a student in Pakistan):

مالک کائنات کی اپنی تقسیم ہے۔ کہ وہ جس کام کے لئے کسی ہستی کا انتخاب فرماتا ہے۔ تو اسے ابتداء سے
ہی اُس کام کے لئے مختص کر لیتا ہے۔ اُس کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرما دیتا ہے۔ اور اس کے ذہن کو ہمیشہ اُسی متعین
مقصد (Purpose) کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ اسی مقصد کی تکمیل کے لئے تگ و تاز کرتا ہے۔

چنانچہ سرکار علامہ مدظلہ جو کہ بچپن ہی میں اپنے والد محترم کی سرپرستی سے محروم ہو گئے تھے۔ یتیمی کے
صدمات برداشت کئے لیکن خداوند کریم نے اس کے عوض اُن کو اپنی نعمات سے نوازا جن کا احصاء کرنا مشکل ہے۔
سرکار علامہ مدظلہ نے اپنی ابتدائی تعلیم ثانوی کلاسوں تک حاصل کرنے کے بعد جلالپور ننگیانہ میں حضرت

علامہ حسین بخش جاڑا مرحوم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ابتدائی کتابیں ان سے پڑھیں بعد ازاں استاد العلماء سرکار علامہ سید محمد باقر صاحب اعلی اللہ مقامہ آف چکڑالہ کی خدمت میں بدھ رجبانہ حاضری دی اور درمیانی کتابوں کی تعلیم ان سے حاصل کی اور آخر میں استاد العلماء علامہ سید محمد یار شاہ صاحب قبلہ سے پڑھائیں سچ ہے۔ کہ پتھر کو ہیرا اور سونے کو زیور بنانے میں کاریگر کا ہاتھ ہوتا ہے۔ایسے قابل اساتذہ کی راہنمائی میں سرکار علامہ مدظلہ کی شخصیت علمی طور پر نکھر کر سامنے آئی۔ کچھ ہی عرصہ میں ان بزرگوں کی محنت وشفقت سے درس نظامی مکمل کرنے اور مولوی فاضل کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کرلیا۔اس طرح مدارس دینیہ کے رائج علوم صرف ونحو شرح شافیہ اور شرح جامی تک معانی و بیان مختصر معانی اور سیوطی تک ادب مقامات منطق، تک اور خلفہ شرح ہدایت ارمیندی تک معالم تک اور فقہ شرح لمعہ تک مکمل کرنے کے بعد اپنے اساتذہ کے اصرار اور اپنے ذاتی شوق کی تکمیل علم کی خاطر مرکز علم نجف اشرف عراق تشریف لے گئے۔ بہرحال ایسے طالب علم جن کی ذہانت وفطانت پر اساتذہ رشک کریں بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

۲۔ بحیثیت طالب علم نجف اشرف میں:

حضرت آیت اللہ العظمی السید محسن الحکیم الطبا طبائی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی سرپرستی میں چلنے والا حوزہ علمیہ نجف اشرف شیعیان جہاں کی علمی پیاس بجھانے کا واحد مرکز تھا۔لہٰذا سرکار علامہ مدظلہ دینی تعلیم کی تکمیل کے لیئے نجف اشرف تشریف لے گئے۔ چھ سات سال کی قلیل مدت میں اپنی خداداد صلاحیتوں عظیم قوت حافظہ اور محنت شاقہ کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔1954ء میں بحیثیت طالب علم نجف اشرف جانے والا اس مختصر عرصہ کے بعد جب 1960ء میں پاکستان واپس لوٹتا ہے۔تو وہ طالب علم درجۂ اجتہاد پر فائز ہو کر آیت اللہ بن کر آتا ہے۔

مخالفین کا اعتراض:

جہاں علامہ صاحب قبلہ نے اپنی ذاتی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے علم وفضل کا اظہار فرمایا اور اپنے چاہنے والوں کے لئے رشک کا سبب بنے وہاں حاسدین کے حسد کا شکار بھی ہوئے کہ دیکھو جی! چھ سات سال کے عرصہ میں کوئی کیسے مجتہد بن سکتا ہے؟ اسی فقرہ کی رٹ لگائے رکھی۔ لیکن ان خدا کے بندوں سے یہ کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ باب العلم حضرت علی علیہ السلام (جن کے بارے مشہور ہے کہ ایک رکاب سے دوسری رکاب تک پہنچنے سے پہلے پورا قرآن مجید ختم کر لیتے تھے) تو ان کے ماننے والا عالم دین ان کے حوزہ علمیہ میں چھ سات سال لگا کر دن رات ایک کر کے کیسے مجتہد نہیں بن سکتا؟

ہاں اعتراض کرنے والے بھی اپنے مقام پر شاید سچ کہتے ہوں کیونکہ انہوں نے تیس تیس سالوں میں بھی وہ کچھ حاصل نہیں کیا۔ جو سرکار علامہ چھ سات سال میں کر آئے۔ چونکہ تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ کچھ ہستیاں ایسی بھی تھیں کہ چالیس سال گزر گئے لیکن ایک سورہ بقرہ یاد نہ ہو سکی۔

اب تازہ مثال سرکار علامہ مدظلہٗ کا علمی جانشین اور نواسہ ملک محمد عمار رضا اعوان سلمہ الرحمٰن ہے۔ جس نے ائربیس کالج سرگودھا فیڈرل بورڈ کے تحت FSC کرنے کے بعد سرکار علامہ مدظلہٗ کی پرزور خواہش پر علم دین کے حصول کے لئے جامعہ علمیہ سلطان المدارس میں داخلہ لیا۔ پہلے سال میں دو سال کا کورس تیار کر کے ایرانی طریقہ کار کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ دوسرے سال بھی یہی ارادہ ہے۔ کہ انشاء اللہ اگلے دو سال کا کورس تیار کر کے امتحان دیا جائے انشاء اللہ۔ خداوند کریم نظر بد سے بچائے۔

بہر حال نواسے کو دیکھ کر یقین آ جاتا ہے کہ سرکار علامہ مدظلہ نے بھی مختصر مدت میں یہ سب کچھ حاصل کر لیا ہوگا۔ اب خدا جانے مخالفین کیا کہیں گے؟

ارباب اطلاع جانتے ہیں کہ حوزہ علمیہ قم ہو یا نجف اشرف وہاں تکمیل کا دارومدار ذاتی محنت ومشقت پر ہوتا ہے۔ وہاں اس کا اس سے بھی تعلق نہیں ہوتا کہ طالب علم پاکستان سے کیا پڑھ کر آیا ہے۔

سرکار علامہ مدظلہٗ خود فرماتے ہیں کہ ہر روز دس دس درس پڑھتا اور پڑھاتا تھا۔ اور رات کو جب دنیا سو رہی ہوتی تھی تو میں کتب علمیہ کی تحقیق و تالیف میں مصروف رہتا تھا۔ عراق کے خشک موسم میں جہاں ایرانی حضرات کہتے تھے کہ ایک درس کم ہے۔ اور دو درس زیادہ ہیں۔ آپ نے دس دس درس پڑھتے اور پڑھائے **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔**

نجف اشرف میں آپ کے اساتذہ کرام:

نجف اشرف میں سرکار علامہ نجفی مدظلہٗ کے مایہ ناز اساتذہ جن پر دنیا فخر کرتی ہے۔ اور وہ اپنے علم و عمل میں عالم اسلام کے لئے بہترین نمونہ تھے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیم الطباطبائی جن سے فقہ کا درس خارج لیا۔

۲۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید محمد جواد تبریزی۔ جن سے کفایۃ الاصول کا درس خارج لیا۔

۳۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ الشیخ مرزا محمد باقر زنجانی۔ جن سے اصول فقہ کا درس خارج لیا۔

۴۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ الشیخ بزرگ تہرانی۔ جن سے فہم حدیث و رجال حاصل کیا۔

۵۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید محمود شاہرودی۔ جن سے فقہ کا درس خارج لیا۔

۶۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید عبدالاعلیٰ سبزواری: جن سے فقہ کا درس خارج لیا۔

۷۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم رشتی جن سے رسائل و مکاسب کا درس لیا۔

دوران تعلیم کتب کی تالیف:

زیادہ تر طلباء دوران تعلیم صرف حصول علم پر ہی توجہ دیتے ہیں۔ لیکن یہ اعزاز صرف علامہ صاحب قبلہ کے نصیب میں آیا کہ اتنی سخت مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف پر تحقیقی کام کو جاری رکھا۔

اور مندرجہ ذیل کتب تحریر کیں۔

(۱) اثبات الامامت

(۲) تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین

(۳) عقد الجمان ترجمہ مفاتیح الجنان،

(۴) آداب المفید المستفید ترجمہ منیۃ المرید

(۵) فیضان الرحمٰن ترجمہ لؤلؤ والمرجان۔

ان تمام کتب کا ذکر آقائے بزرگ تہرانی نے اپنی عظیم کتاب الذریعہ الی تصانیف الشیعہ میں بھی کیا ہے۔

۳۔ بحیثیت پرنسپل ومنتظم ومدرس (As principal, organizer and Teacher):

سرکار علامہ مدظلہٗ باب مدینۃ العلم کے سرچشمۂ علم سے فیض یاب ہونے کے بعد پاکستان تشریف لائے تو سرگودہا کے معززین نے قدوۃ السالکین الحاج پیر سید فضل حسین شاہ اعلی اللہ مقامہ کی زیر قیادت آپ سے ملاقات کی۔ اور آپ کو مدرسہ محمدیہ سرگودہا کی پرنسپل شپ پیش کی۔ آپ نے ان بزرگان کے اصرار پر اسے قبول فرمایا اور مسلسل گیارہ سال تک پرنسپل رہے، مدرسہ کے انتظام کو بہتر انداز سے چلایا اور اس کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ بحیثیت منتظم ان کا حسن انتظام اور امور میں سختی مشہور ہے۔ لیکن جب قومیات کے مسائل اور ساتھ ساتھ مجالس کا سلسلہ بڑھتا گیا تو علامہ صاحب نے اس بات کا اندازہ کرلیا کہ اب وہ کماحقہ وقت مدرسہ کو نہیں دے سکتے۔ تو انہوں نے پرنسپل شپ چھوڑ دی۔ کچھ اندرونی سازشیں شروع ہوگئیں۔ جو کہ علامہ صاحب کے لئے ناقابل برداشت تھیں۔

لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کاش قبلہ صاحب پرنسپل شپ سے استعفیٰ نہ دیتے اور قوم کے زعماء اندازہ کرتے کہ مدرسہ کا فائدہ اور قوم کا مفاد کس میں ہے۔ تو آج قوم کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتے۔ کہ قوم کا اتنا بڑا ادارہ آج غلط ہاتھوں میں چلا گیا، غلط عقیدہ ونظریہ کے لوگ اس پر حاوی ہوگئے۔ طلبہ کے ہاتھوں میں ملنگوں کے طرح

لوہے اور چاندی کی کڑیاں ہیں۔ ذاکروں کے کیسٹیں سن کر مجالس کی پریکٹس کی جاتی ہے۔ کہنے کو جامعہ علمیہ ہے لیکن اس میں ہر قسم کا ذاکر اور بدعقیدہ مقرر مجالس پڑھ رہا ہے۔ جو لوگوں کے عقائد کو خراب کر رہا ہے اور عمل سے بیزار کر رہا ہے۔ مالِ امام خرچ ہو رہا ہے لیکن نتیجہ کچھ بھی نہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ کا تذکرہ:

ہمارے دیرینہ دوست حضرت مولانا اختر حسین نسیم پرنسپل مصباح العلوم ملتان اس سال ۲۰۰۹ء میں دار العلوم جعفریہ خوشاب میں امتحان لینے آئے ہوئے تھے۔ رات کو انہوں نے راقم کے ہاں قیام کیا۔ تو انہوں نے ایک واقعہ جو دن کو پیش آیا تھا۔ وہ سنایا جسے سن کر ہم تمام شرکاء لطف اندوز ہوئے۔ مولانا صاحب نے سنایا کہ آج جب میں امتحان لے رہا تھا۔ تو مدرسہ محمدیہ سرگودہا کا ایک طالب علم میرے پاس آیا۔ میں نے حاضری شیٹ آگے کی اور اس پر دستخط کرنے کو کہا۔ تو اس طالب علم نے کڑی والا ہاتھ آگے کر کے انگلش میں دستخط کیے۔ تو میں نے کہا انگلش میں کیوں کیئے ہیں۔ اردو میں کر دیتے۔ تو اس نے جواب دیا کہ جناب ہم تو انگریزی میں ہی دستخط کریں گے۔ کیونکہ ہمارے امام زمانہؑ کی زبان انگریزی ہے۔ لہٰذا ہم نے ابھی سے تیاری شروع کر دی ہے۔ اُس کے اِس جواب پر ہم سارے خوب ہنسے اور مدرسہ کی تعلیمات سے بہت محظوظ ہوئے۔ مزید برآں آج تشہد میں شہادت ثالثہ بھی پڑھی جا رہی ہے۔ یہ مدرسہ جو کبھی ایک عظیم دینی درس گاہ تھا۔ آج اس کو ملنگ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہر حال مدرسہ محمدیہ سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد کئی ایسے مواقع آئے کہ علامہ صاحب قبلہ کو بڑی بڑی مرکزی دینی درس گاہوں کی نظامت کی پیش کش کی گئی، لیکن شہر سے محبت اور اپنے علاقے کی خدمت کے پیش نظر سرگودہا کو نہ چھوڑا۔ اس کے بعد ۱۹۷۸ء میں جامعہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی بھلوال روڈ سرگودہا کا سنگ بنیاد رکھا۔ جو تقریباً تین ایکڑ اراضی پر مشتمل ہے اس کے اندر بچیوں کے لیے مدرسہ عقیلہ بنی ہاشم کے نام سے بنایا تاہم اس درسگاہ سے جو حقیقتاً فائدہ حاصل ہونا چاہیے تھا۔ جس کی قوم کو توقع تھی۔ وہ اس معیار تک نہیں ہو سکا۔

اس کی چند ایک وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ سرکار علامہ مدظلہٗ کی بے پناہ مصروفیات مجالس ومحافل کی کثرت اور تحریر وتقریر کی فراوانی وغیرہ۔ جس کی وجہ سے علامہ صاحب کا مدرسہ میں بیٹھنا اور مستقل وقت دینا انتہائی مشکل ہو چکا ہے۔

البتہ اپنی مصروفیات کے باوجود اگر علامہ صاحب اپنی رہائش مستقلاً مدرسہ کے اندر رکھ لیتے اور کسی حد تک اپنی مجالس میں کمی کر دیتے تو یہ مسئلہ حل ہوسکتا تھا۔ چونکہ مدرسہ انتظامیہ، مدرسین، طلباء سب کے ذہنوں میں یہ بات ہوتی کہ علامہ صاحب قبلہ مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں۔ کسی وقت چیک کر سکتے ہیں۔ تو انتظامی امور بہتر طریقے سے چل سکتے۔ اور دوسری بات یہ تھی۔ کہ کم از کم کچھ درس جو کہ بڑی کتابوں کے ہیں۔ دے دیتے تو آج ایک بہت بڑی کھیپ اُن کے طلباء پر مشتمل ہوتی۔ جس سے مخالفین کا منہ بند ہوجاتا۔ اور خدمت دین مبین کا یہ سلسلہ علماء کرام کی شکل میں موجود ہوتا۔ لیکن یہ سب کچھ چند مشیران نہیں کرنے دیتے۔ خدا جانے کیوں؟

دوسری وجہ مخلص اور محنتی ٹیم کا میسر نہ آنا:

مدارس ہوں یا کوئی بھی ادارہ ایک محنتی اور مخلص ٹیم کے ٹیم ورک (Team Work) کا مرہون منت ہوتا ہے۔ اگر للہ کام کرنے کا جذبہ ہو تو پھر اپنی "میں" کو مارنا پڑتا ہے۔ جہاں ہر شخص پرنسپل کے عہدہ سے کم پر راضی نہ ہو۔ وہاں انتظامی امور بد نظمی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اگر اس ادارے سے اور سرکار علامہ کی ذات کو صرف اپنے تعارف کے لیئے استعمال کیا جائے۔ اور پھر اپنے علیحدہ ادارے بنا کر اس ادارے کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جائے۔ تو پھر یہ ادارہ کیسے چلے گا۔ خدا کرے کہ اس مرکز علمی کو چند محنتی اور مخلص افراد کی ٹیم میسر آ جائے جو اس ادارہ کی ترقی کے لیئے کام کرے۔ یہاں سے ہر سال اچھی خاصی تعداد میں طلبا نجف اور قم حصول تعلیم کے لیئے جائیں۔ تا کہ قوم کا پیسہ، مال امام کا صحیح استعمال ہو اور اس کا رزلٹ بھی سامنے آئے۔

وگرنہ علماء کرام ہوں، زعماء قوم ہوں، طلبا ہوں، جو تمام تر ذمہ داریوں کو ایک دوسرے پر ڈال کر اپنی جان چھڑا رہے ہیں۔ خدا جانے بروز محشر کیا جواب دیں گے۔

خدارا اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کیجئے۔ دوسروں پر نہ ڈالیئے۔ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ادارہ کی ترقی کے لیئے کام کیجئے۔

تیسری وجہ قومیات میں دلچسپی:

قومی وعلمی معاملات میں دلچسپی ہر فرد قوم کا فرض ہے۔ علماء کرام پر بدرجہ اولیٰ اس کی ذمہ داری آتی ہے۔ علامہ صاحب قبلہ قومی معاملات میں حد درجہ دلچسپی لیتے ہیں۔ قیادت کے معاملات ہوں یا قومی سطح پر دوسرے مسائل، علامہ صاحب قبلہ کا ہمیشہ ایک مثبت کردار رہا ہے۔

بہر حال خداوند کریم سے دعا ہے۔ اور التجا ہے۔ کہ یہ دینی درس گاہ حالات کے تقاضوں کے مطابق قوم کی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو جائے اور جدید و قدیم علوم کا ایک ایسا حسین امتزاج پیش کرے کہ جس سے قوم وملت کو دنیا وآخرت میں فائدہ ہو۔

۴۔ بحیثیت واعظ ومقرر:

اچھے واعظ ومقرر کے لیئے سب سے پہلے یہ بات لازم ہوتی ہے۔ کہ وہ ان اچھی باتوں کو پہلے اپنے اوپر لاگو کرے پھر لوگوں کو وعظ ونصیحت کرے۔ جیسے قرآن مجید میں خداوند کریم کا فرمان ہے۔ ’’**لم تقولون ما لا تفعلون**‘‘ تم وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو۔

یعنی سب سے پہلے کردار کی بلندی اور پختگی واعظ کے لیئے ضروری ہے کردار کے ساتھ ساتھ علم، اخلاص، فن خطابت، مافی الضمیر کو احسن انداز میں پیش کرنا۔ یہ ایسی صفات ہیں جو ایک اچھے مقرر میں ہونی چاہیں۔

بہر حال خداوند کریم نے علامہ صاحب قبلہ کو ان تمام صفات سے نوازا ہے۔ جو ایک اچھے انسان، اچھے واعظ اور اچھے مقرر میں ہونا چاہیں۔ ان کی گفتگو علمی، معنی خیز اور مدلل ہوتی ہے۔ صرف قصے کہانیوں یا چٹکلوں پر مشتمل نہیں ہوتی۔ اکثر خود فرماتے ہیں۔ کہ مجھے عوام الناس کی خوشنودی نہیں چاہیئے بلکہ مجھے خدا و رسول خدا اور

آئمہ ہدیٰ کی خوشنودی درکار ہے۔لہٰذا عوام الناس یا پیشہ ور مقررین وذاکرین کی مخالفت کے باوجود حق کو بیان کرنا اور باطل کا قلع قمع کرنا ان کے مزاج کا حصہ ہے۔

موضوع کے تحت تقریر کرنا اور اسے نبھانا ان ہی کا خاصہ ہے دوران تقریر آیات قرآنی احادیث نبویؐ اور فرمودات آئمہ علیہم السلام کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی اور اردو کے شعرا کا کلام روانی سے بیان کرنا اور مقام ومحل کے مطابق ان اشعار کا استعمال انہی کا کمال ہے۔

تقریر کے بعد ایک نئی چیز جو کہ انہوں نے متعارف کرائی ہے۔وہ ہے۔سوال وجواب کا سلسلہ یعنی ''علمی مذاکرہ'' جو لوگ تحقیق سے شغف رکھتے ہیں۔وہ مجلس یا تقریر کی بھی اتنی پرواہ نہیں کرتے۔لیکن مذاکرے میں شرکت ضرور کرتے ہیں۔اس میں ہر قسم کے سوالات کے جوابات اچھے موثر اور مدلل انداز میں دیے جاتے ہیں۔خاص طور پر مدرسہ کے جلسہ کے موقع پر رات کو محفل مذاکرہ کا باقاعدہ بندوبست کیا جاتا ہے۔جو تقریباً دو گھنٹے پر مشتمل ہوتا ہے۔اس کی میزبانی کا شرف راقم کو حاصل ہوتا ہے۔لوگوں سے سوالات کے لیئے کہا جاتا ہے۔وہ اپنے سوالات لکھ کر پیش کرتے ہیں۔پھر علامہ صاحب اُن سوالوں کے جوابات دیتے ہیں۔اس طرح لوگوں کی ایک کثیر تعداد اپنی علمی پیاس بجھاتی ہے۔یہ ایک ایسا مشکل کام ہے۔کہ جس سے بڑے بڑے نامور واعظین ومقررین گھبراتے ہیں۔جبکہ علامہ صاحب قبلہ نے یہ سلسلہ اندرون ملک اور بیرون ملک بھی جاری رکھا ہوا ہے۔

تقریر میں اُن کا اپنا ایک خاص انداز ہے۔جسے انہوں نے قائم رکھا ہوا ہے۔ان کی تقاریر رٹی رٹائی نہیں ہوتیں۔کہ لوگ تنگ آجائیں وگرنہ اکثر مقررین کی تقاریر دوسری تیسری مرتبہ سنی جائیں تو علم کا بھانڈہ پھوٹ جاتا ہے۔اور لوگوں کو ان کا حدود اربعہ معلوم ہوجاتا ہے۔البتہ تقریر میں اُن کا لب ولہجہ پنجابی ہوتا ہے۔جس وجہ سے دیہاتوں کے لوگ بھی ان کے اردو آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔

بہر حال علامہ صاحب قبلہ کا ایک منفرد انداز گفتگو ہے جس کی وجہ سے ان کا شمار موجودہ دور کے بہترین مقررین وواعظین میں ہوتا ہے۔اور لوگ بڑی دلچسپی سے اُن کے مواعظ حسنہ کو سنتے ہیں اور مستفید ہوتے ہیں۔

۵۔بحیثیت مصنف و مؤلف(As an author and Writer):

اکثر و بیشتر دیکھنے میں آیا ہے۔کہ کچھ علماء کرام اور مقررین عظام صرف ایک شعبہ میں ماہر ہوتے ہیں۔ یعنی اگر مقرر ہیں تو پھر اسی ایک ہی لائن پر ہیں۔تصنیف و تالیف میں وادرد نہیں ہیں۔اسی طرح کئی افراد ایسے ہیں جو مدرس ہیں۔یا تحریر کا کام کر لیتے ہیں۔مگر فن تقریر سے ناواقف ہیں۔

لیکن خداوند کریم نے یہ ملکہ علامہ صاحب قبلہ کو بہت وافر انداز میں عطا فرمایا ہے۔کہ جہاں وہ اچھے مقرر و واعظ ہیں وہاں وہ اچھے مصنف و مؤلف بھی ہیں۔ ہر موضوع پر ان کی بہترین اور مؤثر کتابیں موجود ہیں۔ کچھ زمانہ طالب علمی میں لکھیں۔تو کچھ بعد میں۔تقریر کی طرح کتب بھی دلائل سے بھری ہوئی ہیں۔اسلامی عقائد ہوں یا اعمال،اغیار کا جواب ہو یا بظاہر اپنے نظر آنے والے شیخی حضرات کا رد، تاریخ ہو یا فقہ اسلامی،غرضیکہ ہر موضوع پر انکی مکمل اور مدلل تحریریں موجود ہیں۔

کچھ ان کی کتب کے بارے میں بیان کرنا مناسب ہوگا:

۱۔ احسن الفوائد فی شرح العقائد

۲۔ اصول الشریعہ

۳۔ تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین

۴۔ کواکب مضیۂ در احادیث قدسیہ

۵۔ سعادت الدارین فی مقتل الحسین

۶۔ اصلاح الرسوم

۷۔ مسائل الشریعہ ترجمہ وسائل الشیعہ (بیس جلدیں)

۸۔ فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن (دس جلدیں)

۹۔ اعتقادات امامیہ

۱۰۔ قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ (دو جلدیں)

۱۱۔ نماز جمعہ اور اسلام

۱۲۔ احکام الشریعہ

۱۳۔ اسلامی نماز

۱۴۔ اثبات الامامت

۱۵۔ تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت (دو جلدیں)

۱۶۔ وراثت بیوگان اور اسلام

۱۷۔ اصلاح المجالس والمحافل

۱۸۔ اقسام توحید

۱۹۔ حرمت ریش تراشی قرآن وسنت کی روشنی میں

۲۰۔ تنزیہہ الامامیہ در جواب رسالہ مذہب شیعہ وتحفہ حسینیہ وغیرہ وغیرہ

۶۔ بحیثیت منصف وفیصل (As a.Justice):

اسلامی معاشرہ میں حقیقی منصف وفیصل کا مرتبہ صرف علماء کرام کو حاصل ہے۔ تاکہ وہ اس معاشرہ انسانی میں اللہ کے قرآن، سنت پیغمبر اسلام اور ارشادات آئمہ طاہرین علیہم السلام کے مطابق صحیح فیصلہ کر سکیں۔ تاکہ معاشرتی بگاڑ اور فسادات کا قلع قمع کریں۔ اسلامی قوانین کا نفاذ اور ان پر عمل درآمد تو صرف اس وقت ممکن ہے۔ جب انتظام حکومت علما کے پاس ہو۔ جیسا کہ ایران کے اندر اسلامی حکومت ہے۔ اور انہوں نے بہت سارے قدامات ایسے اٹھائے ہیں جو کہ صرف اقتدار کی وجہ سے اٹھائے جاسکے۔ وگرنہ کافی تعداد میں علماء کرام مصلحتوں کا شکار ہوتے ہیں اور کھل کر حقائق نہ بیان کرتے ہیں اور نہ فیصلہ۔

بہر حال اقتدار میں نہ ہوتے ہوئے، طاقت واختیار کے بغیر بھی سرکار علامہ مدظلہ نے مختلف مقامات پر

ایسے ایسے فیصلے صادر فرمائے ہیں۔ اور لوگوں نے اُن کو قبول بھی کیا۔ جس سے کافی گھرانے اجڑنے سے بچ گئے لوگ قتل ہونے سے بچ گئے۔ اس سلسلہ میں اپنے تو کیا غیر بھی اُن کی ذات پر اعتماد کرتے ہیں مثال کے طور پر ایک قتل کا کیس تھا۔ جس میں قتل کے لئے نامزد کیے جانے والے افراد اہلسنت تھے۔ اور مقتول جس نے خودکشی کی تھی وہ اہل تشیع میں سے تھا۔ لیکن کسی حوالے سے اس کا بھائی علامہ صاحب کے مدرسہ سے منسلک تھا۔ اور راقم الحروف اس کیس میں بطور گواہ (Evidance) شامل تھا۔ اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب بھری عدالت میں ان لوگوں نے کہا کہ ہم اہلسنت ہیں۔ لیکن ہمیں اعتماد ہے۔ کہ اگر علامہ محمد حسین صاحب ہماری ثالثی کریں تو جو وہ فیصلہ کر دیں گے ہمیں منظور ہوگا۔ لیکن ادھر چونکہ دال میں کالا تھا۔ لہٰذا یہ دوسرا فریق دوڑ گیا۔ بہر کیف پارہ چنار، ملتان اور فیصل آباد میں کئی قتلوں کے فیصلے کیے اور لوگوں کو تباہی سے بچایا۔ یہ تو قتل کے بعض مقدمات کا تذکرہ ہے۔ جہاں تک اہل ایمان کے دوسرے تنازعات کا تعلق ہے۔ وہ تو بے شمار ہیں۔ کہ کس طرح انہوں نے ان کو احسن طریقہ پر نبھایا اور اہل ایمان کو خلفشار وانتشار سے بچایا۔ والحمدللہ۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

۷۔ بحیثیت مصلح قوم:

قوم کی اصلاح کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا انبیاء کرام اور آئمہ عظام علیہم السلام کا طریقہ سلیقہ ہے لیکن یہ کام جتنا عظیم ہے۔ اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ اس عظیم فریضہ کی بجا آوری میں انبیاء کرام کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لوگوں نے پتھر مارے، ظلم کیے۔ آروں میں چیرا گیا۔ پیغمبرؐ خدا جیسی عظیم ہستی کو عرب کے بدوؤں نے در بدر کیا۔ اُن پر ساحر اور مجنون ہونے کی تہمت لگائی۔ آئمہ علیہم السلام کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، زہر سے شہید کیا گیا۔ حتی کہ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے۔ لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بہر حال ادا فرمایا قوم کی اصلاح پہلے عقیدہ میں اور پھر عمل میں ہوتی ہے۔ اگر عقیدہ درست ہوگا۔ تو عمل بھی اس کے مطابق ہوگا۔

جس دور میں قبلہ علامہ صاحب پاکستان میں تشریف لائے۔ اُس وقت شیخی مقررین اور ان پڑھ ذاکرین

کی وجہ سے زیادہ تر لوگ عقیدۃً مشرک اور عملاً فاسق تھے۔اور شیعیت کا تعارف بالعموم ایسے بھیانک انداز سے کرایا جاتا تھا کہ الامان اس وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خصوصاً عقیدہ وعمل کی اصلاح کا کام بہت مشکل تھا۔لیکن حضرت علامہ مدظلہٗ نے خداداد ہمت و حوصلہ اور مستقل مزاجی کے ساتھ اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اصلاح عقیدہ، اصلاح عمل اور اصلاح رسوم کے حوالے سے قدم بڑھایا۔ حالات کا مقابلہ کیا۔ بزرگ علماء کرام نے بھرپور ساتھ دیا۔

اور عوام نے بھرپور مخالفت کی۔ مقررین و ذاکرین نے خوب واویلا مچایا۔لیکن یہ سلسلۂ اصلاح ایک تحریکMovement کی شکل میں پوری آب و تاب کے ساتھ چلا۔آخر کار لوگوں میں آگاہی آئی۔خصوصاً نوجوان طبقہ زیادہ متاثر ہوا۔گھر گھر میں ذہنی انقلاب آیا۔وہ لوگ جو نام نہاد مقررین کی تقریروں کی وجہ سے توحید سے دور ہو گئے تھے۔اور شرک کی گھاٹیوں میں گم ہو چکے تھے۔انبیاء وآئمہ کو مافوق الفطرت مخلوق تصور کرتے ہوئے تفویض وغلو اور شیخیت کے گمراہ کن پروپیگنڈہ کی نذر ہو چکے تھے۔واپس پلٹنا شروع ہوئے۔آج الحمدللہ علماء کرام خصوصاً سرکار علامہ مدظلہٗ کی محنت کی وجہ سے لوگ موحد، مومن اور صحیح العقیدہ مسلمان بن گئے ہیں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

پھر سے مساجد آباد ہونا شروع ہو گئیں امام بارگاہوں میں انقلاب آیا۔غلط عقیدہ لوگوں کا سدباب شروع ہوا۔اور دنیا نے تسلیم کیا کہ واقعاً شیعوں میں توحید ہے۔اور بقول مولانا اسحاق مدنی صاحب (اہلحدیث) کہ ''میں نے اصول الشریعہ اور احسن الفوائد کتابیں پڑھیں تو مجھے پتہ چلا کہ شیعوں میں مقام توحید کیا ہے۔اور کتنا عظیم ہے۔''

اسی طرح علامہ صاحب نے کتاب ''اصلاح الرسوم'' لکھ کر قوم پر احسان کیا۔مخالفین بھی سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی ہمارے معاشرے میں ایسی رسومات رائج ہیں۔جن کا اسلام اور شریعت محمدیؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہندوانہ تہذیب کا شاہکار ہیں۔اور عام لوگ مشرکانہ رسوم کا شکار تھے۔الحمدللہ اب اندرون ملک اور

بیرون ملک عقیدہ وعمل میں ذہنی انقلاب آ چکا ہے۔ روز بروز ہر جگہ حق کا بول بالا ہو رہا ہے۔ اور باطل عقیدہ وعمل کا منہ کالا ہو رہا ہے۔ اور ظہور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لیئے زمین ہموار ہو رہی ہے۔ اور دنیا ہمہ تن چشم انتظار بنی ہوئی ہے۔

؎ دنیا کو ہے اس مہدئ بر حق کی ضرورت
ہو جس کی نگاہ زلزلۂ عالمِ افکار

۸۔ بحیثیت قاطع تفویض وشیخیت:

آج شیعہ علماء کرام کو مقصر و وہابی کہنے والے پیشہ ور مقررین اور اُن کے ماننے والے اور سننے والے اکثر سادہ لوح عوام مفوضہ اور شیخیہ عقائد کے حامل اور مروج ہیں۔ یہ عقائد مذہب اہلبیتؑ کے نہیں ہیں بلکہ فرقہ مفوضہ کے عقائد ہیں۔ جن کا سرخیل شیخ احمد احسائی ہے۔ ان عقائد کے لوگ پہلے زمانہ میں ''مفوضہ'' کہلاتے تھے اور اب عراق وایران میں شیخیہ کہلاتے ہیں۔ ہمارے آئمہ علیہم السلام نے مفوضہ پر لعنت کی ہے۔

شیخیت کے عقائد فاسدہ ہمارے ملک میں کیسے پہنچے۔ اور کن کن لوگوں نے اپنے مفادات کی خاطر ان عقائد کی نشر واشاعت کی۔ باوجودیکہ علماء اعلام اور مجتہدین عظام نے شیخی عقائد اور شیخ احمد احسائی پر ضال ومضل ہونے اور کفر تک کے فتوے لگائے تاکہ ان کی روک تھام ہو سکے۔ لیکن پھر بھی ان پیشہ ور مقررین نے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان لوگوں کی گمراہ کن تقریروں اور تحریروں کے باوجود علماء حق نے مذہب شیعہ کی حقانیت کو ہر جگہ ہر محاذ پر اجاگر کیا۔ خصوصاً علامہ صاحب قبلہ نے ہر محاذ پر شیخیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اُن کے عقائد فاسدہ کو چیلنج کیا اور بحمد للہ آج شیخی حضرات اپنے بوریا بستر سمیت کچھ اگلے جہان سدھار گئے ہیں۔ اور رب العزت کے حضور پیش ہو چکے ہیں۔ اور کچھ آخری ہچکی لے رہے ہیں۔ اور طائر بسمل کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں سچ ہے۔ الحق یعلو ولا یعلیٰ علیہ۔

حضرت علامہ نے جہاں تقریروں میں ان کا ناطقہ بند کیا وہاں تحریروں میں بھی ان کے عقائد فاسدہ کا

بطلان ثابت کر کے شیخیت اور شیعیت کا فرق واضح کیا۔ والحمد للہ

ا۔ شیخیہ اور علیحدہ نوع والا عقیدہ:

شیخ احمد احسائی اپنی کتاب شرح زیارۃ ص ۲۸۵ پر لکھتے ہیں۔ ''و کذلک النوع فانھم یدخلون فی النوع ظاھراً و الا خفیٰ الحقیقة ھم خلق آخر فوق بنی آدم'' الخ۔ یعنی آئمہ اہلبیت حسب ظاہر نوع انسانی میں داخل ہیں۔ ورنہ درحقیقت وہ بنی نوع انسان سے بالا ایک علیحدہ مخلوق ہیں۔ شیخ احمد احسائی کا تلمیذ کریم خان کرمانی اپنی کتاب فطرت سلیمہ ص ۲۸۸ پر لکھتا ہے'' مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ مقام (انسانیت ان کے لیے بمنزلۂ لباس کے ہے۔ کہ انہوں نے خاص ضرورت کے تحت اسے پہن لیا تھا۔ اور جب ضرور ختم ہوگئی تو اُسے اتار پھینکا۔ اور اپنی اصلی حالت کی طرف عود کر گئے۔

(یہ عقائد فرقہ شیخیہ کی ذہنی اختراع اور پیداوار ہیں)

شیخیہ اور عقیدہ تفویض:

فرقہ شیخیہ کے نزدیک تفویض ثابت ہے شیخ احمد احسائی اور اس کے اتباع نے اپنی کتب میں اس عقیدہ فاسدہ کو بزعم خود ثابت کیا ہے۔ اس کی مکمل تفصیل اصول الشریعہ کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

شیخیہ اور مظاہر اسماء اللہ والا عقیدہ:

مظاہر اسماء والی بحث کو بھی فلاسفہ وصوفیہ کے بعد شیخیہ فرقہ نے زیادہ اہمیت دی ہے۔ چنانچہ شیخ احمد احسائی شرح الزیارۃ ص ۲۸۹ پر آیت مبارکہ للہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا کے ذیل میں لکھتے ہیں۔'' فتقول یا کریم یا رحیم یا جواد یا غفور و ھکذا الی سائر اسمائه و ھی ھم علیھم الالسلام'' یعنی تم جو کہتے ہو یا کریم یا رحیم یا جواد یا غفور تا آخر اسماء خدا۔ تو اس سے مقصود حضراتِ آل محمدؐ ہیں۔

۴۔ شیخیہ اور عالم غیب والا عقیدہ: شیخ احمد احسائی نے اپنی کتب میں آئمہ اہلبیتؑ کے عالم الغیب ہونے کے عقیدہ کا

ذکر بھی کیا ہے۔ہاں البتہ وہ ان کو بالذات نہیں بلکہ بتعلیم اللہ عالم الغیب جانتے ہیں۔

شیخیہ اور ائمہ اہلبیتؑ کا علل اربعہ ہونے کا عقیدہ:

یہ حقیقت تو مسلم الثبوت ہے۔ کہ سرکار محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام علت غائی ممکنات ہیں۔یعنی خداوند عالم نے کائنات ان بزرگوں کے طفیل پیدا کی ہے اگر خلاق عالم ان کو پیدا نہ کرتا تو پھر عالم کی کسی بھی چیز کو خلعتِ وجود عطا نہ کرتا۔مگر فرقۂ شیخیہ یہاں بھی عجیب شیخی بگھارتا ہے۔ کہ یہ بزرگوار کائنات کے عللِ اربعہ یعنی عالم کی علت مادی، علت صوری، علت فاعلی اور علت غائی۔یعنی تمام اشیاء کا مادہ اور صورت بھی انہی سے ماخوذ ہے اور یہی ان کے فاعل ہیں اور یہ غایت ہیں۔

شیخیہ اور حاضر ناظر والا عقیدہ:

آئمہ علیہم السلام کا ہر وقت ہر جگہ بجسدِ عنصری حاضر ہونے والا خلافِ عقل عقیدہ بھی شیخیہ کی کتب میں موجود ہے حالانکہ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناضر ہونا خداوند عالم کی صفتِ خاصہ ہے جو جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا ہے۔

شیخیہ اور علم حضوری والا عقیدہ:

آج کل شاہد و شہید کی بحث پر بھی بہت زور دیا جاتا ہے۔نیز آئمہ علیہم السلام کا علم حضوری بتایا جاتا ہے۔ اس فاسد عقیدہ کا سرچشمہ بھی شیخی تعلیمات ہیں۔

شیخیہ اور استمداد والا عقیدہ:

شیخ احمد احسائی نے اپنی کتاب شرح الزیارۃ ص ۱۴۷ پر بعض انتہائی کمزور دلائل کی بنا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام نے جناب امیر علیہ السلام سے استمداد کیا۔اور انہوں نے ان کو مشکلات و

مہالک سے نجات دی۔ کیونکہ یہی مدبر کائنات ہیں۔ جبکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ امور تکوینیہ میں خداوند علام کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ ہاں سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام سے توسل حاصل کرنا چاہیئے۔ یہی طریقہ انبیاء و مرسلین اور عباد اللہ الصالحین ہے۔

شیخیہ اور معجزہ کے فعل نبیؐ و امامؑ ہونے کا عقیدہ:

شیخ احمد احسائی شرح الزیارۃ ص ۲۳۹ میں لکھتے ہیں۔

کہ دوسرے تمام انبیائے ماسلف کے معجزات بھی درحقیقت آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے معجزات ہیں۔ (یعنی ان کے فاعل یہی بزرگوار ہیں)

جبکہ صحیح شیعی عقیدہ یہ ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خداوند عالم ہے ہاں من باب المجاز نبی و امام کی طرف اس کی نسبت درست ہے۔

شیخیہ اور فرشتوں کے حرکت و سکون کے بدست اہل بیت ہونے کا عقیدہ:

شیخ احمد احسائی نے شرح الزیارۃ میں متعدد مقامات پر لکھا ہے، کہ ملائکہ مدبرات کی حرکت اور ان کا سکون حکم اہلبیت کے تابع ہے۔ جبکہ صحیح شیعی عقیدہ یہ ہے کہ فرشتوں کی بسط و کشاد اور ان کی حرکت و سکون امر الٰہی کے تابع ہے۔

(نوٹ) ان امور کی تفصیلات سرکار علامہ کی اصول الشریعہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۹۔ بحیثیت قاطعِ وہابیت:

کچھ پیشہ ور مقررین خطباء اور ذاکرین نے اپنے ذاتی مفادات اور مخصوص اغراض و مقاصد کی حفاظت کے لیے علماء کرام کو عوام الناس میں بدنام کرنے کے لیئے مذموم پروپیگنڈہ شروع کیا کہ وہ وہابی ہیں (العیاذ باللہ) وہابی ''وہابی'' کی گردان شروع کردی۔ ادھر عوام کالانعام کو پتہ ہی نہیں تھا کہ صحیح شیعہ عقائد کیا ہیں؟ مفوضہ کیا ہیں شیخی

کون ہیں؟ بہر حال جب علماء کو ان الفاظ سے بدنام کیا جانے لگا تو سرکار علامہ قبلہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ شیعی عقائد اور وہابی عقائد کا تقابل پیش کیا۔ اور اس طرح وہابی عقائد پر تنقید وتبصرہ کیا کہ وہابیوں سے اُن کا جواب نہ بن سکا۔ اور نا سمجھ عوام الناس کو کسی حد تک آگاہی ہوئی کہ اصل شیعہ کون ہیں اور وہابی کون؟ اس طرح بے لگام مقررین کی زبانوں کو لگام دی جانے لگی۔ ذیل میں مختصراً شیعی عقائد اور وہابی عقائد کے درمیان جو فرق ہے واضح کیا جاتا ہے۔

پہلا فرق، عقیدۂ توحید:

دین کا سنگ بنیاد عقیدہ توحید ہے۔ فرمان رسالت ہے۔ ''**اول الدین معرفة الجبار**'' (بحار) ہم خداوند عالم کو جسم وجسمانیت، مکان ومکانیت سے منزہ ومبرا، ذات وصفات میں وحدہ لاشریک اور بے مثل و بے نظیر تسلیم کرتے ہیں۔ اور مخلوق والی تمام صفات نقص وعیب سے اس کے دامنِ ربوبیت کو پاک وصاف سمجھتے ہیں۔

مگر وہابیہ کی توحید کچھ اور قسم کی ہے۔ یہ خدا کو عرش کے اوپر بٹھاتے ہیں چنانچہ عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید مطبوعہ حجاز ص ۳۱۳ پر لکھا ہے ''**ان الله فوق العرش**'' خدا عرش کے اوپر ہے۔ عرش خدا کے بیٹھنے سے یوں چرچراتا ہے۔ جسے نئی زین سوار کے بیٹھنے سے چرچراتی ہے (کنز العمال)

اس فرقہ کے عظیم عالم مولوی وحید الزمان اپنی کتاب انوار اللغتہ طبع بنگلور میں لکھتے ہیں۔ ''اس کا مکان عرش معلی پر ہے اور اس کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ وہ جہت فوق میں ہے۔ جہاں چاہے وہاں جاسکتا ہے۔ اوپر چڑھتا ہے۔ نیچے اترتا ہے۔ کلام کرتا ہے۔ ہنستا ہے۔ تعجب کرتا ہے۔''

الغرض یہ فرقہ توحید توحید تو بہت کرتا ہے۔ مگر ان کی توحید کے ڈانڈے بقول شیخ احمد غزالی شیطان سے ملتے ہیں۔ (معاذ اللہ) کتاب شرح نہج ابلاغہ حدیدی ص ۵ طبع بیروت، میں ان کا یہ قول لکھا ہے۔ ''**من لم یتعلم التوحید من ابلس فهو زندیق**'' یعنی جو شخص ابلیس سے توحید حاصل نہیں کرتا وہ زندیق ہے۔''

جبکہ ہماری توحید کا ماخذ اللہ تعالیٰ کا قرآن اور سرکار محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کا فرمان ہے۔

دوسرا فرق، عقیدۂ رسالت:

سرکار علامہ صاحب قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدۂ رسالت یہ ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کو تمام مخلوق
خدا سے افضل و اشرف اور ہر وہ صفت کمال جو کسی مخلوق میں پائی جاسکتی ہے۔ اس سے ان کو متصف اور ہر انسانی
نقص وعیب سے ان کے دامن عصمت وطہارت کو پاک مانتے ہیں۔ ان کو ہر گناہ صغیرہ وکبیرہ سے عمداً، سہواً، علماً
جہلاً، اور خطأً غرضیکہ ہر اعتبار سے ان کی رداء عصمت کو ہر گناہ صغیرہ وکبیرہ کے داغ سے منزہ ومبرا جانتے ہیں۔ ان
کی تعظیم وتکریم کو واجب اور عین ایمان اور ان کی ادنیٰ توہین کو موجب کفر وشرک تسلیم کرتے ہیں، نیز ہم تمام انبیاء
کے اس مقدس سلسلہ میں سے سرکار ختمی مرتبت کو سید الانبیاء والمرسلین اور خاتم المرسلین سمجھتے ہیں۔

تیسرا فرق، تعمیر مشاہد:

ہم انبیاء ومرسلین اور آئمہ طاہرین کے مزارات مقدسہ پر قبہ وقبور کی تعمیر کو نہ صرف جائز بلکہ کار ثواب سمجھتے
ہیں۔ اور ان کی تعظیم کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ مگر یہ فرقہ قبر رسول اکرم کے گرانے کو بھی واجب جانتا ہے۔ مولوی وحید
الزمان اپنی کتاب "ہدیۃ المہدی" ص ۲۸ پر محمد بن عبدالوہاب نجدی کا یہ فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ "**قال اذا شرع
الناس فی تقبیل قبر من قبر الانبیاء و الصلحاء او مس او طواف حوله فحكمه حكم الو
يحب هده و حضره و اهانته**"

یعنی جب لوگ کسی نبی یا عبد صالح کی قبر کو بوسہ دینا یا بطور تبرک مس کرنا یا اس کے اردگرد طواف کرنا شروع
کردیں تو اس کا حکم بت کا سا ہو جاتا ہے لہٰذا اس کا گرانا، کھودنا اور اس کی توہین کرنا واجب ہے"

اسی بناء پر نجدی حکومت آنحضرتؐ کی قبر اقدس کو "صنم اکبر" کہا کرتی ہے۔

چوتھا فرق، زیارت قبور:

علامہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم انبیاء وائمہ دین بلکہ عام مومنین کی قبور کی زیارت کو صرف جائز

نہیں بلکہ مستحب جانتے ہیں۔ بالخصوص جناب رسولؐ خدا اور ائمہ ہدیٰ کے قبور مقدسہ کی زیارت کو بہترین عبادت سمجھتے ہیں۔

مگر فرقہ وہابیہ اس قصد سے سفر کرنے کو جائز ہی نہیں سمجھتا اور اس فعل جمیل کو بزعم خود بدعت خیال کرتا ہے۔

پانچواں فرق، وسیلہ وشفاعت:

ہم قضائے حاجات، عفوسیئات، دفع بلیات و دیگر تمام دینی و دنیوی مصائب و مشکلات میں تمام انبیاء مرسلین و عباد اللہ الصالحین کے ساتھ توسل اور ان سے طلب شفاعت کرنے کو بالعموم اور سرکار محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام کے ساتھ توسل کرنے کو بالخصوص صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری جانتے ہیں۔

مگر فرقہ وہابیہ بارگاہ قدرت میں ہر قسم کے واسطہ وسیلہ پیش کرنے اور استشفاع کو ناجائز سمجھتا ہے۔ چنانچہ محمد بن عبدالوہاب اپنی کتاب التوحید کی ذیلی شرح میں لکھتا ہے۔ ''آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ان سے شفاعت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔''

چھٹا فرق، حیات انبیاء وائمہ:

علامہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر چہ جملہ اہل ایمان حیات برزخیہ رکھتے ہیں۔ مگر جس طرح انبیاء و آئمہؑ دیگر صفات کمالیہ میں دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں۔ اسی طرح اُن کی حیات برزخیہ بھی دوسرے لوگوں سے بدرجہا اتم واکمل ہے۔ اور اس عالم میں بھی اُن کی شفاعت سفارش کا وہ سلسلہ جو ان کی ظاہری حین حیات میں تھا۔ برابر جاری وساری ہے۔ مگر فرقہ وہابیہ اس بات کا منکر ہے۔ حالانکہ کتب اہلسنت میں بھی بروایت انس بن مالک آنحضرتؐ کی یہ حدیث مروی ہے کہ ''ان الانبیاء احیا یصلون فی قبور هم'' یعنی انبیاء زندہ ہیں۔ اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام ص ۳۴)

ساتواں فرق، یارسولؐ اور یاعلیؑ کہنا:

چونکہ ہم حیاتِ انبیاء واوصیاء کے قائل ہیں۔ اس لیئے ہم نعرہ رسالت (یا رسول اللہؐ) اور نعرہ حیدری (یا علیؑ) کو جائز سمجھتے ہیں۔

لیکن وہابی فرقہ ان حضرات کی حیات کا قائل نہیں ہے اس لیئے وہ یارسول اللہ اور یاعلیؑ کہنے کو جائز نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس کو شرک خفی کے زمرہ میں لاتے ہیں۔

آٹھواں فرق، عقیدہ امامت:

یہ بات ظاہر ہے کہ ہم پیغمبر اکرمؐ کے بعد ان کی مسند کا صحیح وارث، خلیفہ و جانشین اور اپنا ہادی دین و دنیا حضرت امیر المومنینؑ اور اُن کی اولاد امجاد میں سے گیارہ ائمہ طاہرینؑ کو جانتے ہیں۔ اور بوجہ عصمت اُن کی اطاعت مطلقہ کو واجب اور باعث نجات اور مخالفت کو موجب ہلاکت جانتے ہیں۔ اور اُن کے مدمقابلین کو اس منصب جلیل کا نااہل اور مقامِ اہلبیت کا غاصب سمجھتے ہیں۔

مگر وہابیہ فرقہ دیگر تمام غیر اثناعشری فرقوں کی طرح آئمہ طاہرین کی خلافت وامامت کا منکر ہے۔

نواں فرق، عقیدہ افضلیت:

ہم نہ صرف یہ کہ آئمہ اہلبیتؑ کو تمام امتِ محمدیہ سے اشرف وافضل جانتے ہیں۔ بلکہ سرکار ختمی مرتبت کے سوا باقی تمام عام مخلوق تو درکنار دوسرے انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین سے بھی ان ذوات مقدسہ کو افضل واعلیٰ سمجھتے ہیں۔

مگر فرقہ وہابیہ دیگر فرقوں کی طرح اپنے شیخین کو آئمہ طاہرینؑ سے افضل سمجھتا ہے۔

دسواں فرق، کلمۂ ولایت:

ہمارا کلمۂ شہادت توحید، رسالت اور شہادت ولایت سے مرکب ہے (یعنی لا الہ الا اللہ محمد

رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ و خلیفۃ رسول اللّٰہ) مگر فرقہ وہابیہ کا کلمہ دیگر عام اسلامی فرقوں کی طرح صرف شہادت توحید ورسالت پر مشتمل ہے۔اور وہ شہادت ولایت کو جائز وجز وکلمہ نہیں سمجھتے۔

گیارہواں فرق، تقلید شخصی:

ہم فروع دین میں صحت وقبولیت اعمال کے لئے تین باتوں میں سے کسی ایک بات کو مکلّف کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔(۱) خود مجتہد ہو۔(۲) کسی جامع الشرائط مجتہد کا مقلد ہو۔ (۳) یا پھر محتاط ہو۔

مگر فرقہ وہابیہ تقلید شخصی کے سخت مخالف ہے اس لیئے اسے غیر مقلد گروہ کہا جاتا ہے۔

بارہواں فرق، بعض اسماء کا جواز:

ہم ایسے اسماء کو نہ صرف جائز بلکہ مستحسن سمجھتے ہیں۔جن سے انبیاء وآئمہ علیہم السلام سے نسبت غلامی ظاہر ہوتی ہو جیسے غلام محمد۔غلام علی یا غلام حسین وغیرہ۔

مگر فرقہ وہابیہ ایسے اسماء کو ناجائز اور موجب شرک قرار دیتا ہے مولوی وحید الزمان اپنی کتاب ''ہدیۃ المھدی'' میں اسے شرک صغری نام دیتے ہیں۔

تیرہواں فرق، عزاداری سید الشھدا ءؑ:

قبلہ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم صحیح عزاداری سرکار سید الشھدا ء علیہم السلام کو بہترین عبادت اور حیات ملی وقومی کے لیئے بمنزلہ شہ رگ حیات تصور کرتے ہیں۔اور صحیح مجالس کو احیاء دین سید المرسلین ونشر اشاعت تعلیمات آئمہ طاہرین کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس کے تحفظ وبقا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنا عین ایمان جانتے ہیں۔

مگر فرقہ وہابیہ تمام مجالس ومراسم عزا کو بدعت محرمہ سمجھتا ہے۔اور ان کے انسداد کو عین عبادت تصور کرتا ہے۔

چودھواں فرق بسط الیدین:

ہم نماز میں بسط الیدین (ہاتھ کھلے رکھنے) کو واجب اور قبض الیدین (ہاتھ باندھنے) کو بلا تقیہ حرام اور مبطل نماز سمجھتے ہیں۔

مگر فرقہ وہابیہ ہاتھ باندھ کر (اور وہ بھی سینہ پر) نماز پڑھنے کو ضروری سمجھتا ہے۔

حالانکہ جناب رسول خداؐ کا کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا خود کتب اہلسنت میں موجود ہے

(ملاحظہ ہو عورف المعارف سہروردی، احیاء العلوم غزالی) (استفادہ از اصول الشریعہ)

۱۰۔ بحیثیت قاطع تصوّف:

سرکار علامہ نجفی صاحب قبلہ نے اس میدان میں بھی اپنے قلم وزبان سے نام نہاد صوفیاء و عرفاء کا خوب مقابلہ کیا ہے اور ان کے جعلی اور خود ساختہ زہد وتقدس کا پردہ چاک کیا ہے۔

تصوف وعرفان بزعم صوفیاء نہ صرف براہ راست خدا تک رسائی حاصل کرنے بلکہ خدا تک پہنچ کر اور اپنی خودی کو اس کی ذات میں ضم کر دینے اور ''من تو شدم تو من شدی'' کا راگ الاپنے کا ایک خود ساختہ اور خانہ ساز طریقہ ہے۔ جس کا اسلام اور قرآن کی مقدس تعلیمات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

تصوّف فلاسفۂ یونان کے مزعومات، یہودیوں کے نظریات، عیسائیوں کے عندیات، ہندوؤں کے خرافات اور جوگیوں کے ریاضیات کا ایک ایسا ملغوبہ ہے۔ کہ

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ڈاکٹر اقبال کے بقول ''اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ تصوف کا وجود اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے''

(اقبال نامہ)

تصوف کے بنیادی اصول دو ہیں:

۱۔ انسان کا براہ راست خدا سے مکالمہ

۲۔ نفس انسانی کا حقیقت مطلقہ (خدا) کے ساتھ مل جانا جسے صوفیہ وصال یا فنافی اللہ کہتے ہیں۔

تصوف کا اسلام میں داخلہ:

سرکار علامہ مدظلہ فرماتے ہیں۔ تصوف (جسے آج کل جدت پسند لوگ ''عرفان'' اور بدنامی سے بچنے کے لیئے صوفیہ کو عرفاء کہتے ہیں، کی عمارت کا سنگ بنیاد ''وحدت الوجود'' بلکہ وحدت الموجود اور ہمہ اوست جیسے غیر اسلامی بلکہ سراسر مشرکانہ و کافرانہ نظریات پر قائم ہے۔ پھر اسلام میں یہ تصوف کس طرح داخل ہوا اور اسے کس طرح مشرف باسلام کیا گیا؟ اس داستان خونچکاں کا خلاصہ یہ ہے کہ وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد خاندان رسالت سے ظاہری اقتدار چھیننے کے بعد بنی امیہ کے دور میں اس خانوادہ عصمت و طہارت کے روحانی اقتدار پر شب خون مارنے کی خاطر بظاہر تارک دنیا اور بباطن سگِ دنیا قسم کا ایک صوف پوش گروہ تیار کیا گیا اور اُسے حکومتی سرپرستی سے نوازا گیا۔ اس کی خودساختہ کشوف و کرامات کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ تاکہ عامۃ الناس کو خاندان نبوت کے دروازہ سے ہٹایا جائے اور ان لوگوں کے دروازہ پر جھکایا جائے۔ (انوار نعمانیہ)

صوفیہ کی مذمت کلام معصومینؑ کی روشنی میں:

ہمارے آئمہ طاہرینؑ نے بہت سخت الفاظ میں صوفیہ کی مذمت کی ہے۔ چند احادیث درج کی جاتی ہیں۔

(۱) علامہ مقدس اردبیلی اپنی جلیل القدر کتاب حدیقۃ الشیعہ میں باسناد خود رقم طراز ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ زمانہ حاضرہ میں (ماضی قریب میں) ایک قوم پیدا ہوئی ہے۔ جسے صوفیہ کہا جاتا ہے آپؑ اس کے بارے کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا

''انهم اعدائنا فمن مال اليهم فهو منهم و يحشر معهم و سيكون اقوام يدعون حبنا و يميلون اليهم و يشتبهون بهم و يلقبون انفسهم بلقبهم و يأوّلون اقوالهم الا فمن مال اليهم

فلیس منا و انا منه براء و من انکرهم و ردّ علیهم کان کمن جاھد الکفار بین یدی رسول اللّٰہؐ‘‘

فرمایا لاریب یہ لوگ ہم اہل بیت رسالت کے دشمن ہیں پس جو شخص ان کی طرف مائل ہو اور ان سے محبت رکھے وہ بھی ان سے شمار ہوگا اور وہ انہی کے ساتھ محشور ہوگا۔ فرمایا۔ بہت ہی جلد کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ہماری محبت اور دوستی کا دعویٰ کریں گے اور باوجود اس کے وہ صوفیوں کی طرف مائل ہوں گے اور لباس اور اس لقب میں ان کی مشابہت اختیار کریں گے۔ اور ان کے (کافرانہ مشرکانہ) اقوال کی تاویل کریں گے۔ لہٰذا وہ ہم میں سے نہیں ہوں گے۔ ہم اُن سے بیزار ہیں۔ جو شخص ان سے نفرت اور انکار کرے گا۔ اور ان کے بدخیالات کی تردید کرے گا۔ اس کا ثواب ایسے شخص کی مانند ہوگا جس نے نبی پاکؐ کے ہمراہ جہاد کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

(حدیقۃ الشیعہ ص ۵۶۲ تا آخر ص ۵۶۳ طبع جدید)

(۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:

’’الصوفیة کلھم من اعدئنا و طریقتھم مبائنہ بطریقنا‘‘

سب صوفی ہمارے دشمن ہے اور ان کا طریقہ ہمارے طریقہ کے منافی ہے۔ ان لوگوں کے مکروہ چہروں کو بالکل بے نقاب کر دیا۔

(۳) جناب مقدس اردبیلی حضرت شیخ مفیدؒ کے حوالہ سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام مسجد نبوی میں اپنے اصحاب کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ اچانک صوفیوں کا ایک گروہ وارد ہوا اور مسجد نبوی میں ایک طرف دائرہ کی شکل میں بیٹھ کر تہلیل (لا الہ الا اللہ) کا ورد کرنے میں مشغول ہوگیا۔ تو آپؑ نے فرمایا ان فریب کاروں کی طرف توجہ نہ کرو یہ شیطان کے خلیفے ہیں۔ فرمایا:

’’انھم اخس طوائف الصوفیة. الصوفیة کلھم من مخالفینا و طریقتھم مغایرة بطریقتنا و ان ھم الانصآری و مجوس ھذه الامة‘‘۔

یہ صوفیوں کا پست ترین گروہ ہے۔ اور تمام صوفیہ ہمارے مخالف ہیں۔ اور ان کا راستہ ہمارے راستہ سے

جدا ہے۔اور یہ اس امت کے نصاریٰ اور مجوس ہیں (حدیقۃ الشیعہ)

(۴) بعض اخبار و آثارات واضح ہوتا ہے۔ کہ خود بانی اسلامؐ نے اس بدعقیدہ و بدعمل گروہ کی پیدائش کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ شیخ عباس قمیؒ حضرت شیخ بہائی علیہ الرحمہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ قیام قیامت سے پہلے میری امت میں ایک جماعت پیدا ہوگی۔

''اسمھم الصوفیة یسوا منی و انھم یحلقون للذکر و یرفعون اصواتھم یظنون انھم علی طریقی بل ھم اضل من الکفار و ھم اھل النار لھم شھیق الحمار''

یعنی اس جماعت کا نام صوفیہ ہوگا۔اور ذکر کے لئے حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور آواز بلند کریں گے وہ در حقیقت میری امت سے نہیں ہوں گے بلکہ وہ یہود سے شمار ہوں گے اور وہ کفار سے بھی بدتر ہوں گے اور جہنمی ہوں گے اور گدھوں کی طرح آواز بلند کریں گے۔ (سفینۃ البحار جلد نمبر۲ ص ۵۸)

صوفیہ کے بعض عقائد باطلہ کا تذکرہ:

صوفیہ عقائد و نظریات کے اعتبار سے نہ صرف بدعقیدہ ہیں بلکہ مشرک ہیں۔ بلکہ ملحد ہیں۔اور عمل و کردار کے لحاظ سے بدکردار اور کج رفتار ہیں۔

یہ گروہ حلول، اتحاد، وحدۃ الوجود اور ہمہ اوست۔ جیسے مشرکانہ عقائد کے علمبردار ہیں۔

چنانچہ ابن عربی (جو اس گروہ کا سرخیل ہے) اپنی کتاب فصوص الحکم میں ایک طویل کلام کے ضمن میں لکھتا ہے:

''فھو من حیث الوجود عین الموجودات''

اور فص ہود یہ ص ۱۶۰ پر لکھا ہے:

''فھو الساری فی مسمی المخلوقات و المبدعا''

یعنی خدا ہی تمام مخلوقات میں جاری و ساری ہے۔

۳۔

لا ادم فی الکون ولا ابلیس ☆ لا ملک سلیمان و لا بلقیس

فالکل عبارۃ و انت المعنیٰ ☆ یا من ھو یا القلوب مقناطیس

(کتاب وحدت الوجود والشہود)

منصور حلاج خدا سے خطاب کر کے کہتا ہے.

مزجت روحک فی روحی کما

یمزج الخمرۃ بالماء الذلال

تیری روح میری روح کے ساتھ اس طرح مل گئی ہے جس طرح شراب صاف وشفاف پانی میں ملا دی جاتی ہے۔(البدایہ والنہایہ)

نیز منصور لکھتا ہے:

''و ما کان فی اھل السماء موحد مثل ابلیس فقال لہ اسجد قال لا غیر و قال لہ و ان علیک لعنتی قال لا غیر''

یعنی آسمان والوں میں ابلیس جیسا کوئی موحد نہ تھا۔ خدا نے کہا سجدہ کر۔ اس نے کہا غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ خدا نے کہا تجھ پر میری لعنت۔ کہا تیرے سوا کسی کا وجود ہی نہیں ہے۔

منصور کا دعویٰ ''انا الحق'' مشہور ومعروف ہے:

ابن ندیم نے لکھا ہے: کہ حلاج اپنے پیروکاروں کے سامنے اپنی خدائی کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔

وہ منصور حلاج ہے۔ جس کے قتل کا فتویٰ دینے والوں میں سرفہرست جناب حسین بن روح تھے۔ جو کہ امام زمانہؑ کے نائب خاص تھے اور انہوں نے یہ فتویٰ ناحیہ مقدسہ سے توقیع مبارک آجانے کے بعد صادر فرمایا تھا۔ امام زمانہؑ نے اس پر لعنت کی ہے۔ اور اس سے بیزاری ظاہر کی ہے (احتجاج طبری، کتاب غیبت شیخ طوسی)

صوفیہ کے بعض اعمال بد کا ذکر:

یہ فرقہ تمام ظاہری عبادات کو معرفت حاصل کرنے کا پل تصور کرتا ہے۔ اور جب وہ اس پل سے گزر کر واصل باللہ اور فنافی اللہ کی منزل تک پہنچ جائے تو عبادات کو لغو محض تصور کرتا ہے فوائد فرید یہ مترجم ص ۸۱ میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا جس نے واصل باللہ ہونے کے بعد عبادات کا ارادہ کیا۔ پس اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔

یہ لوگ بخیال خویش جو اوراد و ظائف و عبادات کرتے ہیں وہ بدعت کے زمرہ میں آتی ہیں۔ جیسے ذکر خفی، ذکر جلی اور حلقات ذکر کا قائم کرنا اور ان میں غنا اور موسیقی سے لطف اندوز ہونا۔ ہاؤ ہو کا شور بلند کرنا اور حال وغیرہ کا پڑنا۔ طریقت و حقیقت کی اصطلاحیں (Terms) قائم کرنا۔ خانقاہی نظام کا اہتمام کرنا۔ پھر ان تمام خرافات و بدعات کے ارتکاب کو روحانیت اور معرفت کے حصول کا ذریعہ قرار دینا وغیرہ وغیرہ۔

چند نام نہاد عرفاء اسلام کے نام:

ختم بالائے ستم یہ ہے کہ آج وہ لوگ بھی تصوف و عرفان سے متاثر نظر آتے ہیں۔ جن کے پیشواؤں سے روحانی اقتدار چھیننے کے لیئے تصوف کا اسلام میں کھڑاک کھڑا کیا گیا تھا اور صوفیہ کی سرپرستی کی گئی تھی۔ آج بڑے شدو مد کے ساتھ ان لوگوں کو عرفاء اسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جن کی زندگیوں کے چراغ گل ہو گئے مگر تمام عمر ان کو یہ تک معلوم نہ ہو سکا کہ بانی اسلام کا خلیفہ برحق اور جانشین اول علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ یا ابوبکر بن ابو قحافہ؟

۱۔ ان عرفاء میں سرفہرست محی الدین ابن عربی ہے۔ جس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے "اہل اللہ کی ایک جماعت ہے۔ جسے رجبیون کہتے ہیں۔ ان کو رجب کے مہینے میں زیادہ کشف و کرامات ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بزرگ کی میں نے زیارت کی ہے جن کو شیعہ خنزیر کی شکل میں نظر آتے تھے۔ (فتوحات مکیہ ص ۸ طبع بیروت)

۲۔ انہی عرفاء میں سے ایک عارف ''غزالی'' ہیں۔ جنہوں نے احیاء العلوم میں یزید پلید کی پوری وکالت کر کے اسے شہادت امام سے بری الذمہ قرار دیتے ہوئے اس کو مومن ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

۳۔ انہی عرفاء میں سے ایک شیخ عبدالقادر جیلانی بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں بزعم خود متعدد پہلوں سے ثابت کیا ہے کہ شیعہ اس امت کے یہودی ہیں مقام تدبر ہے کہ جو لوگ شیعہ دشمنی میں اس قدر آگے نکل جائیں وہ کیسے عرفاء اسلام بن سکتے ہیں۔ (استفادہ از اصلاح الرسوم)

صوفیہ صرف شیعت اور شیعوں کے ہی دشمن نہیں ہیں۔ بلکہ اہلسنت کے بھی مخالف ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی جن کی گیارہویں شریف کی محفلیں اہلسنت بڑے دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ اِن کے امام اعظم کے بارے میں غنیہ الطالبین میں رقم طراز ہیں۔ کہ یہ جہنم میں جانے والے فرقوں میں سے ایک ہیں۔ یعنی جہنمی فرقوں میں سے شمار کیا ہے۔ حیرت کی بات ہے۔ کہ جن کے امام کے بارے شیخ عبدالقادر جیلانی کا یہ نظریہ ہے۔ اُن کی سادہ لوحی پر افسوس ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کی گیارہویں شریف منا رہے ہیں۔

راقم نے ایک شخص جو کہ بری دھوم دھام سے یہ رسم بد مناتا تھا۔ جب اُس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتاب غنیۃ الطالین ہے۔ اس نے مثبت جواب دیا۔ تو میں نے یہی حوالہ دیا اور کتب سے دیکھنے کے لیئے کہا۔ اگلے دن وہ گیارہویں شریف کا شوقین میرے پاس دوڑتے ہوئے آیا اور کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں آج کے بعد یہ کام نہیں کروں گا۔ اور کیئے ہوئے کام سے توبہ کروں گا۔ شیخ عبدالقادر خود حنبلی المذہب یعنی وہابی ہے۔ اس کے بارے تمام کشف و کرامات جعلی ہیں اور سب سے بڑی بات کہ وہ خود اپنے آپ کو شیخ عبدالقادر کہتا ہے۔ اور اس کے مریدین اس کو حسنی اور حسینی سید بنا کر مشہور کرنے پر کمر بستہ ہیں۔

بڑے بڑے علماء اہلسنت اس کے فضائل بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ ٹی وی پروگرام میں بیٹھ کر بڑے بڑے سکالر اور ڈاکٹر کہلوانے والے اس کے فضائل بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ خدا جانے ان کے اندر تدبر اور تفکر کا مادہ ہی نہیں ہے۔ کہ یہ دوست و دشمن کو پہچان ہی نہیں سکتے حالانکہ یہ گروہ صوفیہ جہاں شیعوں کے مخالف ہیں۔ وہاں

اہلسنت کے بھی مخالف ہیں۔

۱۱۔ بحیثیت قاطع مرزائیت و ناشر ختم النبوت:

حضرت علامہ نجفی مدظلہٗ نے جہاں مختلف موضوعات پر تحریر و تقریر سے کام لیا۔ وہاں مرزائیت کے خلاف بھی قلم اٹھایا اور ختم نبوت کے سلسلہ میں وہ دلائل و براہین دیے کہ غیر شیعہ علماء بھی اُن کے علم و علمیت کے قائل ہو گئے۔ بعض وہ مقامات جہاں شیعہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے تک کی جازت نہ تھی وہاں علامہ صاحب قبلہ کو مرزائیت کے رڈ اور ختم نبوت کے اثبات کے لئے تقاریر کرنے کیلئے مدعو کیا گیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے میں ۱۹۷۴ء کی تحریک میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دھواں دار تقریریں کیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ثابت کیا کہ جو مقام رسالت اور شان نبوت محبانِ علی کے دلوں اور دماغوں میں ہے۔ وہ کسی مسلمان کے پاس نہیں ہے۔

حضرت علامہ مدظلہٗ نے آیت قرآنی "اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک" کے تحت مرزائیوں کو چیلنج کیا۔ اور اس کی تشریح و تفسیر میں فرمایا۔ امت مسلم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تا حال قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے بقید حیات ہیں۔ اور آسمان پر موجود ہیں۔ آخری زمانہ میں جب حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور پر نور ہوگا۔ تو حضرت عیسیٰ بھی دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور پھر اپنی طبعی موت سے انتقال کریں گے۔ اس مسلمہ نظریہ کے خلاف ایک قول یہ ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ بہر حال اس قول کی اتنی اہمیت نہیں تھی۔

مرزا قادیان کا اس قول کو بنیاد بنانا:

مگر جب سے متنبّی قادیان نے اپنی خانہ ساز نبوت کا سنگ بنیاد وفات عیسیٰ پر رکھا ہے چونکہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ لہٰذا مرزا غلام احمد نبی ہے۔ حالانکہ یہ ساری بحث ہی فضول ہے بھلا اس بات کو کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ لہٰذا مرزا قادیان نبی ہے اور وہ ان دونوں باتوں میں ربط کیا ہے؟ اشکال اربعہ میں

سے یہ کس شکل کا نتیجہ ہے یا ادلا ثلاثہ میں سے کس دلیل کا ثمرہ ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن و
سنت کے مطابق تحقیق کی جائے گی کہ آیا اب کسی نئے نبی کے آنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ پس اگر قرآن و سنت کی
قطعی اور نا قابل تاویل نصوص سے ثابت ہو جائے کہ حضرت پیغمبرؐ خدا کے بعد صبح قیامت تک کسی نبی کے آنے کی
کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تو پھر ہم کسی مدعی کے دعویٰ پر غور و فکر ہی نہیں کریں گے۔

خداوند کریم کا فرمان ہے جو اس نے یہودیوں کے اس قول کہ ''ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے۔'' کے
جواب میں سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۵۸ میں ارشاد فرمایا ہے:

''و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لھم و ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم
من علم الا اتباع انظن و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ و کان اللہ عزیزاً حکیما۔''

''یعنی نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا ہے اور نہ ہی اُسے سولی دی ہے۔ ان کے لیئے ایک (اور شخص کو) مشابہ
بنا دیا گیا۔ اور جو لوگ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ وہ شک میں مبتلا ہیں انہیں اس کا کوئی علم نہیں ہے۔
سوائے گمان کی پیروی کے اور یقیناً ان لوگوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اُن کو اپنی طرف اٹھا لیا اور خدا عزیز
حکیم ہے۔''

اس واضح اعلان قدرت سے ظاہر ہو گیا۔ کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ البتہ آخری زمانہ میں حضرت
امام مہدیؑ کے ہمراہ ہو کر ادیان باطلہ کے مٹانے اور اسلام کے پھیلانے یعنی اس کی نشاۃ ثانیہ میں بھرپور حصہ لیں
گے اور بالآخر طبعی موت سے وفات پائیں گے۔ (تفسیر فیضان الرحمٰن جلد ۱)

لہٰذا جب وہ بنیاد جس پر مرزا کی نبوت کی دیوار کھڑی کی گئی تھی۔ وہ بنیاد ہی نہ رہی تو پھر نبوت کا دعویٰ بھی خود
بخود غلط ہو جائے گا ہاں اگر بالفرض قرآن و سنت سے ختم نبوت دیکھا جائے گا کہ معیار نبوت کیا ہے۔ یعنی نبی کون
ہو سکتا ہے۔ ان میں کن صفات و ملکات کا پایا جانا لازم ہے؟ مگر قرآن مجید یعنی اللہ کے فرمان اور نبی کے کلام اور آئمہ
علیہم السلام کے فرمان کی روشنی میں پیغمبر خدا کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہے تو باقی ساری بحث ہی ختم ہو جائے گی۔

ختم نبوت قرآن کریم کی روشنی میں:

قرآن مجید میں بہت سی ایسی آیات مبارکہ موجود ہیں جو بالصراحت یا بالاشارہ ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ان میں سے پہلی آیت یہ ہے:

''ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبیین و کان الله بکل شئی علیماہ''

یعنی پیغمبر اسلامؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔البتہ آنحضرتؐ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں تقریب استدلال۔ یہاں دو چیزیں قابل غور ہیں۔ایک لفظ خاتم کی تحقیق دوسرے لفظ النبیین کی تحقیق خاتم کی قرات میں اختلاف ہے۔قراء سبعہ میں سے صرف دو قاریوں حسن اور عاصم نے اس خاتم (ت کی زبر کے ساتھ) پڑھا ہے۔باقی تمام قاریوں کے نزدیک خاتِم (ت کی زیر کے ساتھ) ہے۔(ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۱)

لفظ خاتم کی لغوی تحقیق:

اگر اس لفظ کو خاتم (ت کی زبر کے ساتھ) پڑھا جائے تو اس کے یہ معانی لغت میں مرقوم ہیں:

(۱) مہر کا نگینہ جس پر نام وگیرہ کندہ ہوتا ہے۔

(۲) انگوٹھی

(۳) آخرِ قوم کہا جاتا ہے خاتم القوم ای آخرہم (قاموس۔لسان العرب۔المنجد۔تاج العروس)

اور اگر اسے خاتم (ت کی زیر کے ساتھ) پڑھا جائے تو اس کا اسم فاعل کے معنوں میں کسی چیز کا ختم کرنے والا۔

اس قدر واضح اور روشن مفہوم ہے۔کہ جس کی تشریح محتاج بیان نہیں ہے۔ یہاں حقیقی طور پر پہلے اور دوسرے معنی تو مراد ہو ہی نہیں سکتے۔لہٰذا تیسرے اور چوتھے معنی کے صحیح تسلیم کر لینے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں اس

کے اعتبار سے آیت کا مفہوم آخرالنبیین اور سلسلۂ انبیاء کے ختم کرنے والے ہوتا ہے۔اور مجازاً پہلے اور دوسرے معنی
کو مراد لیا جائے۔تو بھی مطلب یہی نکلتا ہے۔کہ آنحضرتؐ خدا کے آخری نبی ہیں۔کیونکہ ظاہر ہے۔کہ مہر کسی
مطلب کے خاتمہ پر ہی لگائی جاتی ہے۔جب کسی تحریر کے خاتمہ پر مہر لگ جائے تو اس کے بعد کچھ لکھا نہیں جا سکتا
اگر لکھا گیا تو وہ تحریر جعلی تصور کی جائے گی۔اور جس لفافہ (Envelop) پر مہر (Stamp) لگ جائے تو اب اس
میں کچھ داخل (Enter) نہیں کیا جا سکتا۔کما لا یخفی

لفظ النبیین کی تحقیق:

نبیین لفظ نبی کی جمع (Plural) ہے۔اس پر تعریف کا الف لام داخل ہے۔علم اصولِ عربیت کے علماء اعلام
کا اس بات پر اتفاق ہے۔کہ الف لام تعریف جب جمع پر داخل ہو اور وہاں مقہود و مخصوص (Specific) افراد کے
لئے کوئی قطعی قرینہ موجود نہ ہو تو یہ عموم و استغراق پر دلالت کرتی ہے۔لہٰذا النبیین سے مراد تمام انبیاء ہوں گے۔
قطعِ نظر پیغمبر اسلامؐ، صحابہ کرام، تابعین اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تصریحات جلیلہ کے صرف لغتِ عرب کے
اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آنحضرتؐ سلسلۂ انبیاء کی آخری کڑی
ہیں۔جن کے بعد کوئی نیا یا پرانا شخص بحیثیت رسول و نبی نہیں آ سکتا۔

دوسری آیت:

''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناہ''

یعنی آج کے دن میں نے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور دین اسلام کو تمہارے
دین منتخب کر دیا۔یہ آیت بابانگ دہل اعلان کر رہی ہے۔کہ جس قصر دین کا سنگ بنیاد حضرت آدمؑ نے رکھا تھا۔
یکے بعد دیگرے سب انبیاء اس کی تعمیر میں حصہ لیتے رہے وہ آخرکار خاتم الانبیاء کے ہاتھوں پر اپنی تکمیل کو پہنچ
لہٰذا جب عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق وغیرہ غرضیکہ جب ہر لحاظ سے دین مکمل ہو گیا ہے۔سب احکام نا
ہو چکے ہیں۔پیغمبر اسلام نے ان کی توضیح و تبلیغ بھی کر دی ہے۔ حلال محمد حلال الی یوم القیامۃ و حرامہ حرام الی

القیامۃ (اصول الکافی) تو پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت کیا ہے؟

تیسری آیت مبارکہ:

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیراً (پ ۸)

بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے بندہ خاص پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ عالمین کے لیئے ڈرانے والے قرار پائیں۔ یہ آیت بعبارۃ النص دلالت کرتی ہے کہ آنحضرتؐ عالمی نبی ہیں۔ ان کی بعثت تمام عالمین کے لیئے ہوئی ہے۔ اور آپؐ کے فیوض و برکات سے تمام عالمین مستفیض ہو رہے ہیں۔ اور یہی آیت مبارکہ و ما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین کا مفاد ہے۔ جب آنحضرتؐ عالمین کے نذیر اور ان کے لیئے باعثِ رحمت ہیں۔ اور نجات دارین اور سعادت کونین حاصل کرنے کے لیئے آپ پر ایمان لانا اور آپ کی اتباع کرنا کافی ہے۔ تو پھر کسی اور نبی کو ماننے کی آخر ضرورت کیا ہے۔ کیا کسی نبی کو بھیجنا عبث کام نہیں؟ کیا خدا کا دامن ربوبیت عبث کاری سے منزہ و مبرا نہیں ہے؟ مالکم کیف تحکمون۔

ختم نبوت احادیث کی روشنی میں:

اس سلسلہ میں احادیث کا بہت وافر ذخیرہ موجود ہے۔ مگر

اس سلسلہ میں جن احادیث پیش کی جاتی ہیں

۱۔ پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں:

''ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل بنی بیتا فاحسنہ و اجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون و یعجبون بیہ و یقولون ھلا و ضعت ھذہ اللبنۃ فانا اللنبۃ و انا خاتم النبیین'' (بخاری و مسلم ج ۲ ص ۲۴۸ مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸ وغیرہ)

یعنی میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے خوب حسین و جمیل بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ اب جو لوگ اس گھر کا چکر لگاتے ہیں اور

اس کی خوبصورتی پر تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ فرمایا وہ آخری
اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔'' اس سے بڑھ کر کس طرح ختم نبوت کے مسئلہ کی وضاحت کی جاسکتی
ہے؟

۲۔قال رسول الله لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی.

فرمایا یا علی تمہیں میرے ساتھ وہی نسبت ہے۔ جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

(بخاری مسلم کتاب فضائل الصحابہ)

۳۔فرمایا لا تقوم الساعة حتی یبعث و جالون کذابون لکلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین لا
نبی بعدی۔ (سنن ابوداؤد۔ترمذی وغیرہ)

اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ جب تک کئی جھوٹے دجال نہ اٹھائے جائیں جن میں سے ہر ایک
یہ خیال کرتا ہوگا۔ کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس حدیث شریف
میں سرکارِ ختمی مرتبت نے وضاحت فرمادی ہے۔ کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا
ظاہر ہے۔ کہ اگر آنحضرتؐ کے بعد سلسلۂ انبیاء جاری ہوتا۔ تو آنحضرتؐ سابقہ انبیاء کے دستور کے مطابق
آنے والے نبی کا تعارف کراتے نہ یہ کہ ہر مدعی نبوت کو دجال و کذاب قرار دیتے۔

۴۔فرمایا: ان الرسالة و النبوة قد القطعت فلا رسول بعد و لا نبی (ترمذی)

میرے بعد رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے اب میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ نبی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ فرمایا:

''ان الله ختم بینکم النبیین فلا نبی بعدهٔ ابداً و ختم بکتابکم الکتاب فلا کتاب بعد

(اصول کافی)

خداوند عالم نے تمہارے نبی کے ذریعہ تمام نبیوں کو ختم کردیا ہے اب ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

تمہاری کتاب کے ذریعے تمام کتابوں کو ختم کر دیا۔ اب اس کے بعد کوئی کتاب نہیں ہے۔

جناب امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا:

"شریعة محمد صلی الله علیه و آله لا تنسخ الی یوم القیامة ولا نبی بعده الیٰ یوم القیامة فمن ادعیٰ بعده نبوة او اتیٰ بعده بکتاب فدمه مباح لکل من سمع ذلک"

(عیون اخبار الرضاؑ)

جناب رسولؐ خدا کی شریعت مقدسہ قیامت تک منسوخ نہیں ہوگی اور نہ ہی قیامت تک آنجنابؐ کے بعد کوئی نبی آئے گا۔ جو شخص آنحضرتؐ کے بعد دعوائے نبوت کرے یا کوئی کتاب لائے تو ہر وہ شخص جو اس کے اس دعوائے باطل کو سنے اس پر اس مدعی کا خون مباح ہے۔

ختم نبوت ارشادات آئمہ علیہم السلام کی روشنی میں:

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں۔ بعث اللہ محمد رسول اللہ لانجاز عدتہ و تمام نبوت (نہج البلاغہ جلد دوم) یعنی خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفٰےؐ کو ایفائے عہد اور منصب نبوت کے تمام کرنے کی خاطر رسول بنا کر بھیجا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لقد ختم الله بکتابکم الکتاب و ختم نبیکم الانبیاء" (اصول کافی)

خدا نے تمہاری کتاب (قرآن) کے ذریعہ سے تمام کتابوں اور تمہارے نبیؐ کے ذریعہ تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔

ان حقائق کی روشنی حضرت رسولخداؐ کا خاتم الانبیاء بمعنیٰ آخری نبی ہونا روز روشن سے بھی زیادہ واضح و عیاں ہو گیا والحمدللہ۔

ختم نبوت عقل سلیم کی روشنی میں:

اگر ہر قسم کے تعصب و عناد کو برطرف کر کے خداداد عقل سلیم کی روشنی میں سوچا جائے تو عقل سلیم بھی یہ
فیصلہ (Decission) کرتی ہے کہ اب ہرگز کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ عقل و شرع کی رو سے چا
صورتوں میں نبی کے تقرر کی ضرورت درپیش آتی ہے۔

اول: یہ کہ کسی ایسی خاص قوم میں نبی بھیجا جائے جس میں پہلے کوئی نبی نہ آیا ہو۔ اور کسی دوسری قوم میں آئے
ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچا ہو۔

دوم: سابقہ نبی کی دی ہوئی تعلیم بالکل بھلا دی گئی ہو۔ یا اس میں اس طرح تحریف کر دی گئی ہو کہ اس کی اتبا
ممکن نہ رہی ہو

سوم: سابقہ نبی کے ذریعہ لوگوں کو مکمل تعلیم و ہدایت نہ ملی ہو۔

چہارم: ایک نبی کی امداد و اعانت کے لیئے ایک اور نبی کی ضرورت ہو۔

بنظر غائر حالات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان ضرورتوں میں سے کوئی ضرورت بھ
سرکار ختمی مرتبتؐ کے بعد باقی نہیں رہی ہے۔ قران شاہد ہے۔ کہ حضورؐ کو تمام عالمین کی ہدایت کے لیئے مبعوث فر
گیا ہے۔ اور تمدن عالم کی تاریخ بتا رہی ہے۔ کہ آپؐ کی بعثت کے وقت ہی آپ کی دعوت تمام قوموں تک پہنچ گ
تھی۔ اور اب تک مسلسل پہنچ رہی ہے۔ لہٰذا ہر قوم میں الگ الگ نبی بھیجنے کی حاجت باقی نہیں ہے۔ نیز قرآ
مجید اور احادیث صحیحہ کی صورت میں آنخضرت کی مقدس تعلیمات اپنی صحیح صورت میں موجود ہیں۔ ان میں کسی قسم
کوئی تغیر و تحریف نہیں ہوئی۔ پھر کسی نبی کی ضرورت کیا ہے؟ نیز یہ بات بھی قرآنی تعلیم کی روشنی میں روز روشن
طرح واضح و آشکار ہے کہ آنخضورؐ کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ اب تکمیل کے لیئے بھی کسی نبی
احتیاج باقی نہیں ہے باقی رہی چوتھی ضرورت تو ظاہر ہے کہ اگر اس کے لیئے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زما
میں آپؐ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ جب اس وقت ایسا نہیں کیا گیا۔ تو اب اس کی کیا ضرورت ہے؟ جب بعثت انب

کی یہ چاروں صورتیں مفقود ہیں تو پھر بتلایا جائے بعثت نبی کی پانچویں کونسی صورت ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر ضد کو چھوڑ کر ختم نبوت پر ایمان لایا جائے۔

۱۲۔ بحیثیت رہنمائے قوم:

دردِ دل رکھنے والا ہر انسان قومی مسائل و مشکلات پر پریشان ہوتا ہے۔ اور پھر ان مشکلات کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سرکار علامہ مدظلہٗ بھی جب پاکستان تشریف لائے تو اس وقت شیعہ قوم مختلف مسائل کا شکار تھی۔ کوئی اجتماعیت نہیں تھی۔ صرف اپنے مفادات کے تحفظ اور سرکار و دربار میں حاضری کے لئے کچھ لوگوں نے دو تنظیمیں بنائی ہوئی تھی۔ (۱) شیعہ کانفرنس لاہور (۲) ادارہ تحفظ حقوق شیعہ لاہور۔ لیکن ان کی کارکردگی نہ ہونے کے برابر تھی۔

۱۹۶۴ء میں علامہ صاحب قبلہ اور دوسرے علماء و زعماء کی کوشش سے امام بارگاہ رضویہ کراچی میں دواڑھائی سو علماء و زعماء اکٹھے ہوئے۔ قومی مسائل اور ان کے حل پر غور کیا گیا۔ اور اس طرح ''شیعہ مطالبات کمیٹی'' کے نام سے ایک فعال جماعت تشکیل دی گئی۔ جس کا سربراہ خطیب اعظم حضرت مولانا سید محمد دہلوی مرحوم کو منتخب کیا گیا۔ جو اپنی وفات تک برابر دس سال اس کے سربراہ رہے۔ علامہ صاحب قبلہ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ قومی خدمات اور معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کی وفات کے بعد جناب سید جمیل حسین رضوی صاحب مرحوم اس کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے۔ تو آپ نے اُن کا بھی پورا ساتھ دیا۔ اور ۱۹۷۸ء میں جب فوجی آمر اور ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق نے پاکستان میں فقہ حنفی نافذ کرنے اور اس کے مطابق دستور تشکیل دینے کا اعلان کیا۔ تو ملت شیعہ نے سرزمین بھکر میں ایک بہت بڑے عظیم اجتماع میں سرکار علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کو قائد ملت منتخب کیا۔ اور ملک کی فضا میں ایک ہی نعرہ تھا۔ ''ایک ہی قائد ایک ہی رہبر۔ مفتی جعفر مفتی جعفر'' واقفان حال جانتے ہیں کہ یہ سرکار مفتی صاحب کو قائد منتخب کرنے میں سب سے زیادہ کردار سرکار علامہ صاحب نے ادا کیا اور پھر اسی وحدت ملی کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ ایک بہت بڑا آمر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا۔ سرکار علامہ مدظلہٗ اس جماعت کی تشکیل اور مفتی صاحب قبلہ کو سربراہ بنوانے

میں سرفہرست تھے۔ اُن کی سپریم کونسل کے روح رواں رہے۔ مفتی صاحب کی وفات کے بعد قائد شہید علامہ
عارف حسین الحسینی کو سربراہ منتخب کیا گیا۔ تو اس انتخاب میں بھی سب سے زیادہ کردار علامہ صاحب قبلہ کا ہے۔ راقم
الحروف اس واقعہ کا عینی شاہد ہے۔ کہ جب سارا معاملہ مولانا صفدر حسین صاحب مرحوم اور مولانا عارف حسین الحسینی
پر آ گیا۔ نہ مولانا صفدر حسین صاحب آگے آئے اور نہ مولانا عارف حسین الحسینی۔ تو مجھے یاد ہے کہ قصر زینب بھکر
کے ہال میں علامہ صاحب قبلہ نے اس ڈیڈلاک کو اپنی ذہانت سے اس طرح ختم کیا۔ کہ دونوں حضرات کو ایک
کمرے میں بندکر کے فرمایا ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں اُٹھیں گے جب تک تم باہم یہ فیصلہ نہ کرلو گے کہ ان
دنوں حضرات میں سے ایک صاحب قیادت کے لیئے آگے آئیں۔ تو اس وقت ایک ڈیڈلاک آ گیا کہ قائد کون
ہوگا اور اس قائد کا معاون یعنی نائب کون۔ علامہ صاحب قبلہ کو اس دن غصہ میں دیکھا اور یہ فرماتے سنا۔ کہ قوم غلط
ہاتھوں میں چلی جائے گی۔ اور آپ لوگ ابھی تک فیصلہ نہیں کر رہے۔ اس ساری تگ و دو کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ دیر بعد
باہر آ کر قبلہ مولانا صفدر حسین صاحب نے اعلان فرمایا۔ کہ آج سے قوم کے قائد سید عارف حسین الحسینی ہوں گے
اور ہم تمام ان کا ساتھ دیں گے۔ اس طرح قیادت کی یہ تھی گتھی سلجھ گئی عارف حسین الحسینی کی شہادت کے بعد کچھ
جب قائد ملت علامہ سید ساجد علی نقوی کا انتخاب ہوا۔ تو پھر بھی علامہ صاحب قبلہ نے کلیدی کردار ادا کیا اور تا حال
اُن کا ساتھ دے رہے ہیں۔ البتہ جو امیدیں عوام الناس کو موجودہ قیادت سے وابستہ تھیں وہ کماحقہ پوری نہیں
رہی ہیں۔ اتحاد بین المسلمین کی کوششیں تو کی جاتی ہیں۔ لیکن اتحاد بین المومنین کی کوششیں نہ ہونے کے برابر
اور وہ کام جن سے قوم وملت ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہے۔ ان کی طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ مدارس
تعلیم، صحت، اعانتِ مومنین اور قوم کے نوجوانوں کو باعزت روزگار کے مواقع مہیا کرنا ان تمام چیزوں کو پس پشت
ڈال دیا گیا ہے۔ خدا کرے قیادت اور اُن کی مشاورتی مشینری ان قابل عمل کاموں کی طرف توجہ فرمائے۔ صرف
نعروں اور استقبالوں تک محدود نہ رہے۔ قوم کے نوجوانوں کو دور کرنے کی بجائے نزدیک کرنے کی ضرورت ہے
اور قومی یکجہتی کی اشد ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں بھی علامہ صاحب قبلہ کی مشاورت حاصل کی جاسکتی ہے۔

علامہ صاحب قبلہ کا یہ شروع سے طریقہ کار رہا ہے۔ کہ وہ پیچھے رہ کر ملک قوم کی خدمت کرنے کو آگے آنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ اپنے نام ونمود اور سستی شہرت حاصل کرنے کی انہیں آرزو نہیں ہے۔ البتہ جو مقام خداوند عالم نے انہیں مقدور فرمایا ہے۔ وہ قسمت کے دھنی لوگوں کو ہی ملتا ہے۔

بہرحال آپ وفاداری بشرط استواری کے قائل اور اسی پر عامل ہیں جس کا ایک بار ساتھ دیا اسے آخری وقت تک نبھایا۔ اور قومیات میں ہمیشہ کلیدی کردار ادا کرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ اور وہ ہے۔ قوم وملت کی کشتی اگر یہ کشتی سلامت ہے تو ہم سب سلامت ہیں اور اگر خدا نوخواستہ کشتی کو کچھ ہو گیا۔ تو پھر کوئی بھی نہیں بچے گا۔

۱۳۔ بحیثیت فقیہہ نبیہہ:

مشاہدہ شاہد ہے کہ اکثر و بیشتر علماء کرام ایک نہ ایک میدان میں زیادہ ماہر ہوتے ہیں۔ دوسرے شعبوں میں اُن کو تخصص نہیں ہوتا۔ مثلاً مناظر ہیں۔ تو فقط مناظرہ پر زور رہے۔ دیگر علوم سے عاری ہیں استاد ہیں۔ تو فقط پڑھا رہے ہیں۔ فن تقریر سے واسطہ نہیں بہت ہی کم شخصیات ایسی ہوتی ہیں۔ جو تمام شعبہ جات میں برابر ماہر ہوتی ہیں۔ بہرحال پاک و ہند میں علامہ علی نقی مرحوم کے بعد اگر کوئی ایسی شخصیت اس سرزمین ہند و پاک میں ہے۔ تو وہ فقط سرکار آیت اللہ شیخ محمد حسین النجفی کی ہے۔ جو کہ بالفاظ دیگر ''ہر فن مولا'' ہیں۔ باقی علوم کے ساتھ ساتھ علم فقہ میں بھی اسی طرح ملکہ حاصل ہے۔ جس طرح دیگر علوم ہیں۔ فقہ کا کوئی مسئلہ ہو۔ اس کا حل موجود ہوتا ہے۔ پہلے یہ ہوتا تھا۔ کہ اگر کوئی چھوٹا سا فقہی مسئلہ ہے۔ تو اسے توضیح المسائل میں دیکھا جاتا تھا۔ اگر وہاں سے بھی سمجھ نہ آتی تو لکھ کر قم یا نجف بھیجا جاتا تھا پھر اس کا جواب آتا۔ وہ بھی انتہائی مختصر۔

سرکار علامہ مدظلہٗ نے فقہ میں کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ لکھ کر قوم پر احسان عظیم کیا ہے۔ جس فقہی مسئلہ کی ضرورت پڑے۔ اس سے دیکھا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کتاب (یعنی دونوں جلدوں) میں اتنی تفصیل ہے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ پھر علامہ صاحب کی ذات کی موجودگی تمام مسائل کو حل کر دیتی ہے۔ اور

آج کل موبائل فون نے خط و کتابت والا معاملہ بھی آسان کردیا ہے۔فوراً فون ملاؤ اور قبلہ سے ڈائریکٹ مس
دریافت کرو۔ چنانچہ ہر وقت دن ہو یا رات، اندرون ملک اور بیرون ملک سے مسائل دریافت کرنے کا تانتا بند
ہوا ہے۔اور نہ رُکنے والا سلسلہ جاری ہے اور فیض کا یہ سمندر رواں دواں ہے۔

ع اللہ کرے زور بیان اور زیادہ

۱۴۔بحثیت ادیب و دانشور:

ادب ایک عظیم فن (Art) ہے۔کہ جس کے ذریعے کلام کو زیبائش بخشی جاتی ہے۔تحریر ہو یا تقریر اگراُ
ادبی زیور پہنا کر پیش کیا جائے تو اس کا حسن اور تاثیر دوبالا ہو جاتی ہے اسکے ذریعہ سے نظم و نثر میں لطافت پیدا
جاسکتی ہے۔لیکن اس فن کا ذوق قدرتی اور فطری ہوتا ہے۔کچھ اہل منبر خطباء ایسے بھی ہیں۔کہ جن کی گفتگو اس ق
بے ڈھنگی اور لب و لہجہ اس قدر سخت ہوتا ہے۔کہ چند منٹ کے بعد سننے کو دل نہیں چاہتا بہر حال سرکار علامہ مدظ
کو اللہ تعالیٰ نے اس ذوق لطیف سے بھی بہت نوازا ہے۔گوخود شعر و شاعری (Poetry) نہیں کرتے۔لیکن ا
شعراء کا اچھا کلام اُن کو از بر ہوتا ہے۔اچھے نثر نگاروں کے پیرے ان کو یاد ہوتے ہیں۔اور پھر ان کو اپنی تحریر و تق
میں اس انداز سے فِٹ کرتے ہیں جیسے کوئی جوہری نگینے کو زیور کے اندر سیٹ کرتا ہے۔شعراء میں سے مرزا غال
علامہ اقبال۔جوش وغیرہ کا کلام بکثرت استعمال کرتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ عربی اشعار، فارسی اشعار خصو
سعدی و حافظ شیرازی کا کلام ہو یا متنبّی اور حماسہ کے اشعار۔کا خوب اور برمحل استعمال کرتے ہیں۔آیات قرآ
فرامین رسالتؐ و امامتؑ کا دوران تقریر برمحل استعمال اُن کی ذات ہی کا خاصا ہے۔صرف جنگوں کی کہانیا
دوسرے قصے سنا کر وقت پورا نہیں کرتے۔بلکہ ایسی جامع اور مدلل گفتگو کرتے ہیں جو دین کے ہر پہلو کو کور کرے
عوام الناس کو سمجھ میں بھی آجائے۔

اگر کبھی جمعہ کی نماز کے بعد تقریر کرنی پڑ جائے۔تو ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں۔کہ آج جمعہ بھی ہے
مسجد بھی اور اشعار کا پڑھنا کراہت ہے لیکن روانی میں کئی اشعار زبان سے نکل جاتے ہیں۔تو پھر فرماتے ہیں۔ا

کراہت ہے۔حرام تو نہیں ہے خدا حرام سے محفوظ رکھے۔

فضائل و مناقب ہوں یا مصائب سید الشہداء علیہ السلام کے اندر بھی شعر و سخن کا برابر استعمال کرتے رہتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ و ان من الشعر لحکمة۔ کہ بعض اشعار حکمت آموز ہوتے ہیں۔اور گفتگو میں اشعار کو وہی حقیقت حاصل ہے جو روٹی میں نمک کی و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

۱۵۔بحیثیت ہمدرد قوم و ملت:

اپنے ذاتی مفادات کے تحفظ، مالِ دنیا کے حصول اور شہرت کی خاطر بڑے بڑے لوگ وہ کچھ کر جاتے ہیں۔جس کی ان سے توقع نہیں ہوتی گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

ظاہراً علماء کے لباس میں بھی ایسے بڑے بڑے نام نظر آتے ہیں جنہوں نے ملک و ملت کا سودا کر کے قوم کو عقیدہ میں مشرک اور عمل میں فاسق بنایا ہے جبکہ سادہ لوح عوام یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔کہ وہ بھی عالم ہیں۔اور یہ بھی عالم۔انہوں نے بھی عمامہ اور عبا پہن رکھی ہے۔اور انہوں نے بھی۔

اس قسم کے لوگوں نے شیعوں سے پیسہ بٹورا اور کرمانیوں اور کویتیوں سے اپنی جیبیں بھریں اس طرح سرکار محمدؐ و آل محمدؐ کے ارشادات کی مخالفت کر کے اپنے لئے سامان جہنم پیدا کیا۔ان میں سے اکثر اگلے جہان پہنچ چکے ہیں۔اور کچھ چیلے چانٹے موسمی مینڈکوں کی طرح کبھی کبھی نکل آتے ہیں۔یہ لوگ سب کچھ کرتے ہیں۔لیکن صرف قوم و ملت کا احساس اور اس سے ہمدردی نہیں کرتے۔

سرکار آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی کی ذات نے ہمیشہ ملک و ملت کی خاطر اپنے ذاتی مفادات کو ٹھکرایا۔ قومیات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔لیکن انتہائی دانشمندی کے ساتھ۔صرف لیڈری چمکانے کے لیئے نہیں بلکہ قوم و ملت کے مخلص ہمدرد کے طور پر جیسا کہ سب واقفان حال جانتے ہیں۔

علامہ صاحب قبلہ کے ایثار برائے ملت کی ایک مثال قبلہ کے ایک سابق وفادار اور موجودہ مخالف صفدر

حسین ڈوگر کی ایک تحریر ہے۔ جو قارئین کی نذر کی جاتی ہے۔ جسے پڑھ کر ڈوگر صاحب کا ضمیر امید ہے۔ کبھی کبھی اُن کی ملامت ضرور کرتا ہوگا۔ ڈوگر صاحب نے اپنے رسالہ القائم جون 1992ء میں ذیل عنوان (حجۃ الاسلام مولانا محمد حسین ڈھکو کو صدمہ اور قومیات میں ان کے ایثار کی عظیم مثال) یہ لکھا (حجۃ الاسلام مولانا محمد حسین ڈھکو کے حقیقی بھائی غلام رضا کا انتقال ۱۹ دسمبر کو ہوا۔ وہ غیر شادی شدہ تھے۔ اچانک انتقال کر گئے۔ بھائیوں کی موت کے اثرات سے وہی واقف ہوتا ہے۔ جو اس سے دوچار ہو۔ اور اسلام میں پیغمبرؐ اکرم نے حضرت امیر حمزہ کا مرثیہ کہہ کر اور حضرت امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کا مرثیہ کہہ کر اس کے اثرات سے آگاہ کیا ہے۔ جب ڈھکو صاحب کے بھائی کا انتقال ہوا وہ بہاولپور میں تھے۔ فون کرنے پر گھر والوں کو پتہ چلا کہ وہ بہاولپور سے بذریعہ بس لاہور روانہ ہو چکے ہیں۔ ۲۰ دسمبر کو تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ کی ایک اہم میٹنگ تھی۔ جب مولانا محمد حسین ڈھکو صاحب لاہور پہنچے تو انہیں بھائی کی موت کی اطلاع دی گئی۔ سپریم کونسل کے کچھ ارکان حوزہ علمیہ جامعہ المنتظر میں تشریف بھی لا چکے تھے۔ یہ میٹنگ قومی مذہبی ملی اور ملکی سیاست کے لیئے تحریک کی ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن میٹنگ تھی۔ انتہائی صدمے کی کیفیت میں تمام ارکان ڈھکو صاحب کو روک بھی نہیں سکتے تھے۔ اور ان کی آراء اور تجاویز اس اجلاس میں انتہائی اہمیت کی حامل تھیں۔ قائد محترم نے بھی شرکت کرنا تھی۔ ڈھکو صاحب نے کہا کہ میں نے اپنی ذات پر ہمیشہ قوم اور مذہب کو ترجیح دی ہے۔ اس لیئے میں اس اجلاس کے لئے ضرور ٹھہروں گا۔ سپریم کونسل کے ارکان اور دیگر احباب حیران ہوئے یہ بات کہنا آسان ہے مگر عملی طور پر کر گزرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ انہوں نے عملی طور پر یہ مثال قائم کر دی کہ قوم اور مذہب کا مفاد کتنا عظیم ہوتا ہے۔

اسی طرح ندائے شیعہ کے جعفر علی میر نے کہا۔ ''کہ میں نے زندگی بھر ڈھکو صاحب کے خلاف لکھا اور دل کھول کر لکھا۔ جارحانہ انداز میں لکھا۔ لیکن جب میں نے قوم کے اتحاد کی بات کی تو ڈھکو صاحب نے بلا شرط و قید سب سے پہلے مجھے ۴ صفحات پر مشتمل خط لکھ کر اپنی ہر قسم کی حمایت کا یقین دلا کر حیران کر دیا۔''

کوئی ہے۔ اس عزم اور حوصلے کا انسان؟

۱۶۔ بحیثیت معاون غرباء ومساکین وبیوگان:

زیادہ تر مقررین اور پیشہ ور ذاکرین وغیرہ کوصرف اپنی تجوریاں پر کرتے دیکھا گیا ہے۔ بھکر کے ایک ضال ومضل مولوی (صرف عمامہ کی وجہ سے) وگرنہ وہ ذاکرین سے بھی بدتر ہے۔ چکوال کے ایک جلسہ کے موقع پر پیسے زمین پر پھینکتے دیکھا گیا اوراس کا راوی بھی چکوال کا ایک ذاکر تھا۔ پیسوں پر لڑائی جھگڑا تو ایک عام روایت بن گئی ہے۔ لیکن اتنا کچھ کمانے کے باوجود نہ کسی غریب کی مدد کریں گے نہ کسی مسکین کو کھانا کھلائیں گے۔ اور نہ کسی بیوہ کے گھر دانے پہنچائیں گے۔

لیکن یہ عادت بلکہ سعادت اگر نظر آتی ہے۔ چند ایک دیگر علماء کرام کے ساتھ ساتھ علامہ الشیخ محمد حسین النجفی کی ذات گرامی ہیں۔ کہ جنہوں نے باقاعدہ غرباء ومساکین وبیوگان کی اعانت کا خصوصی فنڈ قائم کیا ہوا ہے۔ اور ہر وقت کوئی نہ کوئی غریب سید مومن یا بیوہ اُن کے گھر پہنچ کر اعانت کے طلب گار ہوتے ہیں اور جس قدر گنجائش ہو علامہ صاحب قبلہ ان کی ضرور امداد فرماتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک میں خصوصاً زیادہ رش ہوتا ہے۔ سادات کرام کے لیئے علیحدہ فنڈ ہے اور غیر سادات اہل ایمان کے لئے الگ وہ ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ سب سے بڑی عبادت خدمت خلق ہے یعنی

۔ یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انسان

۱۷۔ بحیثیت سرپرست مدارس دینیہ:

سرکار علامہ مدظلہٗ نجف اشرف سے واپس تشریف لائے تو 1960ء سے 1971ء تک دارالعلوم محمدیہ سرگودہا کے مدرس اعلیٰ رہے۔ پھر مجالس کی کثرت کی وجہ سے مدرسے کو کماحقہ وقت دینا مشکل ہوگیا۔ تو سرکار علامہ مدظلہٗ نے اس وقت مدرسہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ البتہ 1978ء میں جناب راجہ ممتاز علی خان سلطان مرحوم نے

تین ایکڑ رقبہ مدرسہ بنانے کے لیئے انہیں پیش کیا۔ آپ نے علماء وزعماء کی موجودگی میں جامعہ سلطان المدارس الاسلامیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور پھر اس سے اگلے سال اس میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جو برابر آج تک جاری ہے۔ آپ آج سے چند سال قبل علماء کرام اور زعماء قوم کی میٹنگ میں مدرسہ جامعہ عقیلہ بنی ہاشم کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا۔ آخر تعمیر مکمل ہوگئی۔ لیکن وہ مولوی صاحبان جو پہلے بڑھ چڑھ کر مدرسہ کے حق میں تھے۔ وہی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے گئے۔ اور اپنے اپنے مدارس قائم کر کے اس عمارت کو صرف عمارت ہی تک محدود کر دیا۔ بہر حال خدا کرے کہ قوم وملت کا یہ عظیم سرمایہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔

ان مدارس کے علاوہ سرکار علامہ مدظلہ دیگر چند مدارس دینیہ کی علمی وعملی سرپرستی فرماتے ہیں۔

ان میں چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ مدرسہ احیاء العلوم حیدریہ موجیانوالہ ضلع منڈی بہاؤالدین

۲۔ مدرسہ باقر العلوم کوٹلہ جام ضلع بھکر

۳۔ مدرسۂ محمدیہ جلالپور جدید ضلع سرگودہا

۴۔ مدرسہ ولی العصر چاہ مسن والا ضلع جھنگ

۵۔ مدرسہ حضرت امیر المومنین چوبنی ضلع لیہ

۶۔ مدرسہ جامعۃ القائم لیہ

۷۔ مدرسہ جعفریہ اُچ شریف ضلع بہاولپور

۸۔ مدرسہ باب الحسین پہاڑ پور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

۹۔ مدرسہ جامعۃ القائم سیوہ سادات ضلع جھنگ

۱۰۔ مدرسہ جامعۃ المھدی بھکر وغیرہ

۱۸۔ بحیثیت پدر شفیق:

سرکار علامہ النجفی مدظلہ' اپنی ساری دیگر خصوصیات کے ساتھ ایک شفیق باپ بھی ہیں۔ اپنی اولاد کے ساتھ انتہائی شفقت و پیار سے پیش آتے ہیں۔ قبلہ صاحب کو آج تک افسوس ہوتا ہے کہ نجف اشرف کے قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرزند عطا فرمایا تھا۔ پانچ سال کی عمر میں خداوند کریم نے وہ فرزند ارجمند قبلہ سے واپس لے لیا۔ اُس اکلوتے بیٹے کے علاج کے لیئے پیسے نہ تھے۔ جو پیسہ ہوتا تھا۔ وہ کتابوں کی خریداری میں صرف ہوجاتا تھا تاہم اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہتے ہوئے اس بیٹے کو آپ نے آخرت کا ذریعہ نجات قرار دیتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایک شفیق باپ کی طرح اولاد سے پیار و محبت کے باعث اب بھی اپنے پرس میں بچے کی تصویر رکھی ہوئی ہے۔ جسے وقتاً فوقتاً دیکھ لیتے ہیں۔ اور بچے کی یاد میں کھوجاتے ہیں۔ لیکن زبان سے کبھی بھی کوئی ایسا جملہ نہیں نکلا جو شانِ خداوندی اور عدل پروردگار کے خلاف ہو۔

کچھ لوگ بیٹوں سے تو پیار کرتے ہیں۔ لیکن بیٹیوں سے شفقت و محبت سے پیش نہیں آتے۔ اور ان کی اولاد کو اپنی اولاد کا درجہ نہیں دیتے۔ لیکن سرکار علامہ مدظلہ' کی طبیعت کا خاصا ہے۔ کہ وہ اپنی بیٹیوں کے ساتھ انتہائی شفقت و محبت اور پیار سے پیش آتے ہیں۔ گویا سرکار ختمی مرتبت کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے بیٹیوں سے پیار کرتے ہیں۔ ان کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سفر کی تھکاوٹ اور عمر کے تقاضے کے باوجود ٹیلی فون پر رابطہ یا گاہے بگاہے ملنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں۔ نواسے نواسیوں سے گھل مل کر ایسے بیٹھتے ہیں کہ گویا اُن کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور بچے بھی خوب اُن کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ خصوصاً بڑی بیٹی کے بچوں کے ساتھ انتہائی شفقت کرتے ہیں۔ اور پھر یہی کہتے ہیں کہ ان بچوں کا نانا بھی میں ہوں۔ ان کی نانی بھی میں ہوں۔ ان کا ماموں بھی میں ہوں۔ لہٰذا ہر لحاظ سے محبت کی کمی کو میں نے ہی پورا کرنا ہے۔ یہی سیرت پیغمبر اکرمؐ بھی ہے اور یہی سیرت محمد و آل محمد علیہم السلام بھی ہے یہ بات بھی دیکھنے میں آئی ہے۔ کہ سرکار علامہ مدظلہ' کی مقلد بچیاں جب کبھی کوئی خط قبلہ صاحب کو لکھتی ہیں۔ تو سرنامہ پر علامہ صاحب کو لفظ ''ابا جی'' ''والد محترم'' وغیرہ سے خطاب کرتی

ہیں۔اور اس وقت دلچسپ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔کہ جب یہ خطوط علامہ صاحب کی اپنی بیٹیاں دیکھ لیں
کہ یہ اور کون بیٹیاں ہیں؟ تو قبلہ صاحب ان کو تسلی دیتے ہیں کہ وہ روحانی باپ کے طور پر احتراما ایسا لکھتی ہیں۔ بہر
حال یہ سب کچھ شفقت ومحبت کا آئینہ دار ہے۔

۱۹۔بحثیت معلم آداب واخلاق:

مشہور کہاوت ہے۔کہ دنیا میں سب سے آسان کام دوسرے پر تنقید کرنا ہے اور مشکل ترین کام اپنی
اصلاح کرنا ہے لیکن جب انسان دوسروں کو امر بالمعروف کرنے سے پہلے وہ تمام امور اپنے اوپر لاگو کر کے اور پھر
دوسروں پر لاگو کرنے کی کوشش کرے۔تو لوگ بطریق احسن اس کی بات کو سنتے ہیں۔اور اس کو وزن بھی دیتے
ہیں۔پیغمبر اسلامؐ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی آداب واخلاق کی تکمیل کو قرار دیا ہے۔اس لیئے سرکار علامہ مدظلہ
اسلامی بلند اخلاق وآداب کا بہترین نمونہ ہیں۔یہی وجہ کہ جو شخص بھی آپ کے قریب آتا ہے۔وہ ہمیشہ کیلئے آپ
کا ہو جاتا ہے۔آپ کے اخلاق کی بلندی کی وجہ سے اکثر دشمن دوست بن گئے۔بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں
پر شفقت ومہربانی کرنا ان کا شیوہ وشعار ہے۔بڑے بڑے حاسد دشمنوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ڈھکو صاحب
اپنے علم اور اخلاق کی وجہ سے مار دے جاتے ہیں۔اکثر ذاکرین سے سننے میں آتا ہے۔کہ علامہ صاحب کا علم ا
کردار واخلاق بلند ہے۔البتہ ان کے بعض معاصرین انتہائی بدکلام ہیں۔جن کی وجہ سے ہم علماء کے نزدیک نہیں
جاتے۔اگر کوئی بندہ علامہ صاحب کو یہ کہے کہ فلاں آدمی آپ کی مخالفت کرتا ہے کوئی تو جوابا فرماتے ہیں کہ جب
تھک جائے گا تو چپ ہو جائے گا۔ایک مرتبہ راقم نے ایک سفر کے دوران ایک ایسے شخص کے بارے میں بات کر
چاہی جو کبھی آپ کا انتہائی قریبی دوست اور بھائی تھا۔لیکن بعد میں انتہائی گھٹیا مخالف بن گیا۔نہ کوئی نظریا
اختلاف نہ کوئی عقیدہ کا چکر۔خدا بیڑہ غرق کرے حسد کا۔جس نے دو بھائیوں کو جدا کر دیا۔خیر جونہی بات چلی
سرکار علامہ مدظلہ نے اپنے اخلاق کاملہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا۔چھوڑو اس بات کو۔میرا معاملہ خدا کے پا
ہے۔پھر فرمانے لگے کہ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔کہ ہمارے آئمہ طاہرین کے ساتھ لوگوں۔

بدسلوکی کی لیکن جب آئمہ نے اُن کو معاف کردیا تو اپنی حرکتوں سے باز آ گئے خصوصاً حضرت امام زین العابدین کا وہ واقعہ کہ حضرت کا ایک حسنی سید رشتہ دار تھا لیکن مخالف اس نے۔ حضرتؑ کی توہین کرنا شروع کردی۔ حضرت کے صحابی اُسے مارنے کے لئے دوڑے لیکن حضرت نے منع فرمادیا۔ جب وہ تھک کر چلا گیا تو حضرت نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ آؤ میرے ساتھ تاکہ اس شخص سے بدلہ لیں۔ جب آپؑ اس کے دروازے پر پہنچے تو وہ پریشان ہوگیا۔ لیکن کریم ابن کریم امام نے فریا اے بندہ خدا جو کچھ تو نے میرے بارے میں کہا ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تجھے معاف کرے گا۔ اور اگر تیرا کہنا سچ ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے معاف کرے۔ (جب اس نے امام کا یہ رویہ دیکھا تو وہ حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور معافی مانگی۔ اور حضرتؑ کا مخلص صحابی بن گیا۔

لیکن میرے مخالفین شاید انسانی روایات کے آداب اور اخلاق کی ساری حدود پار کر چکے ہیں حالانکہ ان کی غلط باتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے میں سیرت زین العابدینؑ پر چل کر خاموش ہوں۔ لیکن پھر بھی یہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے وافوض امری الی اللہ۔ ان اللہ بصیر بالعباد

سرکار علامہ مدظلہ کے بعض ناخلف شاگرد بھی مخالفت میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ کچھ ظاہری طور پر کچھ منافقانہ رنگ میں۔ لیکن سرکار علامہ نے ایسے لوگوں کو کبھی منہ تک نہیں لگایا۔ حتی کہ ستم بالائے ستم یہ سرگودہا کے ایک گاؤں کا ایک مولوی جو سید کہلاتا ہے خدا جانے پیش نمازی کا اھل بھی ہے یا نہ؟ اس کی علمی حالت سے ہر آدمی واقف ہے۔ روٹی کی خاطر ہر وقت علامہ صاحب کے دروازہ پر موجود ہوتا تھا۔ علامہ صاحب قبلہ کبھی کبھار اس کی معاونت کی خاطر ساتھ لے جاتے۔ تاکہ تھوڑی بہت مجلس پڑھ کر ایک غریب سید کی معاونت ہوجائے گی۔ وہ بھی آج کل علامہ بن کر سرکار نجفی صاحب کی مخالفت میں رسالے لکھ رہا ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ؟

لیکن سرکار علامہ مدظلہٗ کی ذات ہے۔ کہ ان لوگوں کی پرواہ ہی نہیں کرتے اور نہ ہی ان کو منہ لگاتے ہیں اور نہ ہی رسید دیتے۔ وہ صرف بارگاہ خدا میں یوں عرض کیا کرتے ہیں

؎ تیری بندہ پروری سے میرے دن گذر رہے ہیں

نہ گلا ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

وہ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یہ سفلہ فطرت میری مخالفت کرتے ہیں تا کہ میں ان کو مخاطب بنا کر جواب دوں۔ مگر وہ یہ حسرت قبر میں ساتھ لے جائیں گے مگر میں ان کو منہ نہیں لگاؤں گا۔

کیونکہ ع ہر مدعی کیواسطے دار و رسن کہاں؟

۲۰۔ بحیثیت سرپرست ماہانہ جریدہ ''دقائق اسلام'':

سرکار علامہ مدظلہٗ کا علمی و ادبی ذوق عیاں راچہ بیان کی واضح مثال ہے۔ زمانہ طالب علمی سے ہی کتابوں کی تصنیف وتالیف اور علمی جرائد کا اجراء ان کا شوق رہا ہے مدرسہ محمدیہ میں المبلغ ہو یا دیگر مذہبی جرائد ان کے لیے مضامین لکھنا۔ مقالہ جات تحریر کرنا اور ان کی سرپرستی کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ لیکن عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ جامعہ سلطان المدارس کا اپنا ایک مکمل علمی رسالہ ہونا چاہیئے۔ لہٰذا ''دقائق اسلام'' کے نام سے جریدے کا آغاز کیا گیا۔ سرکار علامہ نے صرف اس کی سرپرستی ہی نہیں کی بلکہ اپنی شگفتہ تحریروں سے اس رسالہ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ باب العقائد۔ باب الاعمال، باب الاخلاق باب التفسیر اور باب الحدیث، باب المسائل وغیرہ ترتیب کے لحاظ سے ہر موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں۔ اور ایک نیا اضافہ جو سوالوں کے جواب ہیں یعنی لوگ سوال لکھ کر بھیجتے ہیں۔ پھر سرکار علامہ صاحب مدظلہٗ ان کے جواب دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ لوگوں کو اپنے قریب کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اس بندہ ناچیز کو بھی یہ شرف حاصل ہے۔ کہ جب سے رسالہ شروع ہوا ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک مسلسل ہر مہینے موقع ومحل کی مناسبت سے مضامین تحریر کر رہا ہوں اور الحمد للہ لوگوں سے دادِ تحسین پا رہا ہوں دیگر مصنفین بھی ہیں۔ اُن کے مضامین بھی رسالہ میں چھپتے ہیں۔ لیکن مستقل مصنف سرکار علامہ صاحب قبلہ کی ذات ہے۔ یا پھر یہ بندہ آثم والحمد للہ۔

۲۱۔ بحیثیت امین (خمس، زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ):

سرکار حضرت علامہ کے مقلدین خمس و زکوٰۃ وغیرہ کا حساب کر کے رقوم بھیجتے ہیں۔

اندرون ملک ہو یا بیرون ملک علامہ صاحب کے مقلدین کی کثیر تعداد ہے۔ قبلہ صاحب نے خمس، زکوٰۃ اور صدقات کے علیحدہ علیحدہ کھاتے بنا رکھے ہیں۔ کیا مجال کہ اس امانت میں ذرا برابر گڑ بڑ ہو حتیٰ کہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ وہی نوٹ جو کسی شخص نے دیے ہیں۔ بعینہٖ اُسے حقدار تک پہنچائیں۔ اعانت سادات اعانت مساکین و غرباء وغیرہ کے علیحدہ وہ حساب کتاب ہیں۔ حسب توفیق ان سب کی مدد فرماتے ہیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ آپ کے بعض سخت ترین مخالف جب ان کا سارا ٹھاٹھ باٹھ ختم ہوگیا۔ اور آخر کا سرکار علامہ صاحب سے خط میں معافی نامے لکھ کر اُن سے تعاون کی اپیل کرتے ہیں۔ تو علامہ صاحب ان کی بھی اعانت کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ دور دراز ضلع کے ایک مولوی صاحب کا خط آیا اتفاقاً میں وہاں بیٹھا تھا۔ تو علامہ صاحب فرمانے لگے۔ کہ خط کی عبارت سنو۔ البتہ اس شخص کا نام نہیں بتاؤں گا۔ خیر اس خط کی عبارت کے الفاظ یہ تھے۔ سرکار علامہ صاحب۔ میں آپ کا مخالف تھا۔ ساری عمر آپ کی شدید مخالفت کی۔ حالانکہ میں سمجھتا تھا اور جانتا تھا کہ آپ حق پر ہیں لیکن پھر بھی مخالفت کی۔ لیکن اب عمر کے اس حصے میں پہنچ چکا ہوں کہ خدا جانے کس وقت روح ساتھ چھوڑ جائے۔ لہٰذا پہلے تو میں آپ سے اپنے کیے کی معافی چاہتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے حالات انتہائی دگرگوں ہیں۔ مہربانی فرما کر میرے ساتھ معاونت فرمائیں تو سرکار علامہ نے معاف بھی کر دیا۔ اور ساتھ اعانت کے لیئے پیسے منی آرڈر کر دیے۔ اس طرح اپنے جامعہ علمیہ کی رقوم کو بھی بڑی احتیاط کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اور آمد اور خرچ کا مکمل حساب و کتاب اور ریکارڈ رکھتے ہیں۔ اور اپنے خیراتی اموال کے زکوٰۃ و خمس کا حساب و کتاب الگ رکھتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

۲۲۔ بحیثیت معاون سادات کرام:

سادات کرام کے مقام واحترام کے بارے میں جتنا کچھ سرکار علامہ نے اپنی کتاب احسن الفوائد میں
ہے شاید کوئی اتنا لکھ سکے۔ اور پھر مومنین اور غریب سادات کی خمس کی مدد سے مدد و اعانت کرنے کی رغبت دلا
ہیں اتنا کوئی بھی عالم زور نہیں دیتا۔ سہم سادات کی جو رقم آپ کے پاس آتی ہے۔ یا اپنا خمس کا حساب کر کے جتنی
بنتی ہے۔ اس میں سے غریب سادات کی معاونت فرماتے ہیں۔ لیکن حاسد مخالف اسی مسئلہ خمس کو لے کر شور مچا
ہوتے ہیں اور زیادہ تر شور مچانے والے اور مخالفت کرنے والے وہ افراد ہیں۔ جو خود نہ خمس دیتے ہیں اور نہ
دیتے ہیں۔

خمس کے مسئلہ پر سب سے زیادہ مخالفت کرنے والے ایک عظیم الجثہ شخص ہیں۔ جو کبھی ملتان کے ایک
کی مسجد میں پیش نماز ہوا کرتے تھے۔ اور سرکار علامہ صاحب مدظلہٗ کے گن گاتے تھے۔ لیکن جوں جوں وقت گ
گیا بذریعہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ مدرسہ بنایا اور پھر امام خمینی ٹرسٹ بنا کر ہر طرف سے مال بٹورنا شروع کیا او
شہرت کا راز اس بات میں پوشیدہ سمجھا کہ عوام کو سرکار علامہ مدظلہ کے خلاف بھڑکایا جائے اس طرح شہرت مل جا
گی۔ اور لوگ سمجھیں گے کہ یہ بھی بہت بڑا علامہ ہے۔ جو سرکار علامہ محمد حسین النجفی جیسی بڑی علمی شخصیت کی مخا
کر رہا ہے۔ بہر حال جب اس ڈرامہ بازی سے بھی عناد پوری نہ ہوئی تو ایک اور ڈرامار چا دیا کہ جمن شاہ یوا
گدی پر قبضہ کرنے کا سوچنے لگے۔ اُن کی کتابوں کو اپنے مدرسہ سے چھپوانا شروع کر دیا یعنی

ع بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

بہر حال جب لوگوں نے اُن کو اس ضال و مضل فرقہ سے وابستگی پر طعن و تشنیع کی تو پھر ان سے علیحدگی اور بیزار
اعلان کر دیا۔ مگر کاروبار وہی جاری رکھا۔ اس کو یا اس جیسے دیگر لوگوں کو کیا علم کہ سرکار علامہ صاحب مدظلہٗ سادا
کتنا احترام کرتے ہیں۔ اگر روایات اہلبیت کے مطابق سہم امام کی معافی خود امامؑ نے اپنے شیعوں کو دے دی
تو ان لوگوں کو کیا تکلیف ہے۔ حالانکہ سہم سادات پر قبلہ صاحب بہت زور دیتے ہیں۔ غریب اور بیوہ سادانیو

مدد اُن کے گھروں میں ہی کر دیتے ہیں۔ اور ظاہراً پتہ بھی نہیں چلتا۔ تاکہ انسان کی عزت نفس مجروح نہ ہو

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو

کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے؟

نیل کے ساحل سے لیکر کاشغر تک اگر عظمت سادات پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو جواب سرکار علامہ نجفی مدظلہ دیتے ہیں، ناموس سادات کی پاسبانی سرکار موصوف کرتے ہیں۔ اور افضل الحسنات اعانت سادات کے مطابق سادات کی اعانت بڑھ چڑھ کر حضرت علامہ کرتے ہیں اکثر سادات کو یہ تک معلوم نہیں ہے کہ ان کا بہی خواہ کون ہے اور بدخواہ کون؟؟

۲۳۔ بحیثیت عزادار مظلوم کربلا:

مشاہدہ شاہد ہے کہ فنکار قسم کے مقررین جب منبر حسینیؑ پر براجمان ہوتے ہیں۔ تو ان کے چہرے کے تاثرات مصائب آل محمدؑ میں بالکل مصنوعی (Artificial) سے محسوس ہوتے ہیں۔ دلی طور پر دکھ کا اظہار یا آنکھوں میں آنسو نام کی کوئی شئے نہیں ہوتی اور جونہی منبر سے اترتے ہیں اُسی وقت گپیں ہانکنا شروع کر دیتے ہیں یا پھر اپنے چیلے چانٹوں سے پوچھتے ہیں کہ آج کیسی مجلس پڑھی ہے؟ حالانکہ اگر مجلس عزا اللہ کے فرمان۔ رسول اعظمؐ کے ارشادات اور آئمہ معصومین کے اقوال کے مطابق پڑھی ہے تو پھر کسی سے پوچھنے کا کیا مطلب؟؟

مجلس عزا کے لیئے ایک خاص ماحول، توجہ اور دلی طور پر لگن کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ سرکار علامہ مدظلہٗ کی مجالس ماشاءاللہ جہاں تبلیغی نوعیت کی ہوتی ہیں وہاں فضائل و مصائب کے صحیح واقعات سے بھری ہوتی ہیں خصوصاً علامہ صاحب قبلہ مصائب پڑھتے ہیں تو جہاں دوسروں کو رولاتے ہیں وہاں وہ خود بھی روتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا عالم صحیح پڑھ رہا ہو تو بھی گریہ کرتے ہیں۔ خاص طور پر دسویں محرم عاشور کے دن جب قبلہ صاحب تقریر کرنے آتے ہیں تو اس وقت ان پر ایک خاص رقت طاری ہو جاتی ہے اور احساس ہوتا ہے کہ عاشور والے دن کربلا معلیٰ میں حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا یہی حلیہ اور سراپا ہوگا۔ جو لوگ علامہ صاحب کا عشرہ محرم سن چکے ہیں۔ وہ گواہی دیں

گے کہ علامہ صاحب قبلہ کا حلیہ کچھ اس طرح ہوتا ہے سر پر عمامہ نہیں ہوتا۔ بلکہ عمامے کو گلے کے اردگرد لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ قبا کے بٹن کھلے ہوتے ہیں۔ قمیض کے بٹن کھلے اور آستین اوپر چڑھائی ہوتی ہے۔ اور پھر پورے سال میں صرف ایک تقریر عاشور کی عصر کی ہوتی ہے۔ جو کہ قبلہ صاحب کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ علامہ صاحب قبلہ کے اس حلیہ کو دیکھ کر ہی لوگ رونے لگ جاتے ہیں۔ اور اس طرح مکمل عزاداری مظلوم کربلا کی تصویر بنے ہوتے ہیں۔ اور پھر شروع سے آخر تک مصائب امام حسینؑ بیان فرماتے ہیں۔ خود بھی روتے ہیں اور دوسروں کو بھی رلاتے ہیں۔ اور پھر تقریر کے بعد ماتم حسینؑ میں بھی حصہ لیتے ہیں۔

سرکار علامہ مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ خدا کرے وہ دن آئے کہ گھر گھر میں مظلوم کربلا کی صحیح عزاداری منائی جائے

قوم کو بیدار تو ہو لینے دو

ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

۲۴۔ بحیثیت محقق عالم دین:

کسی اہل علم کی لکھی ہوئی کتاب سے روایت نقل کر دینا یا کسی کا قول نقل کرنا اور بات ہے۔ لیکن اُسے تحقیق کے ترازو پر پرکھنا اور بات ہے۔ سرکار علامہ مدظلہٗ عقائد ہوں یا اعمال، احادیث ہوں یا اقوال آئمہ طاہرین۔ ادعیہ ہوں یا روایات تاریخ ہو یا احوال آئمہ انتہائی گہرائی تک جاتے ہیں۔ سب سے پہلے راوی کی علم الرجال کے تحت چھان پھٹک کرتے ہیں۔ پھر روایت کو قرآن مجید اور فرمودات محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام کی روشنی میں دیکھتے ہیں علاوہ برایں علماء اعلام کے ارشادات کو مدنظر رکھتے ہیں اور عقل سلیم کے مطابق سوچ بچار کرتے ہیں اور تحقیق کے ان تمام مراحل سے گزر کر جب ان کے نزدیک ایک بات صحیح ثابت ہو جائے تو اس کو اپنا لینا اور پھر اس پر ڈٹ جانا ان کا شیوہ و شعار رہا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو جادۂ حق سے ہٹا نہیں سکتی

سب سے زیادہ اہم بات جو تحقیق کے میدان میں میرے دل و دماغ کو اچھی لگتی ہے۔ وہ یہ کہ سرکار علامہ

مدظلہ فرماتے ہیں کہ کوئی بات یا عمل کوئی ورد ہو یا وظیفہ سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے اقوال یا عمل سے ثابت نہ ہو وہ اس کو باطل جانتے ہیں اور اسکے قریب نہیں جاتے یہی وجہ ہے کہ اذان و اقامت میں شہادت ثالثہ کا مسئلہ ہو یا تشہد میں علی ولی اللہ کا مسئلہ سرکار علامہ مدظلہ کا ٹھوس موقف ہوتا ہے کہ اگر سرکار رسالتؐ سے لے کر حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد امجاد یعنی حضرت امام حسن مجتبیٰ سے لے کر امام زمانہ علیہ السلام تک اگر کسی ہستی نے اذان اقامت یا تشہد میں یہ کلمات کہے ہیں۔ تو ہم بھی کہیں گے لیکن اگر کسی نے یہ شہادت ثالثہ کے کلمات نہیں کہے تو ہم کون ہیں اللہ کے دین میں تغیر و تبدل کرنے والے ان کے اس پختہ نظریہ پر تمام مخالفین بھی ادھر اُدھر دیکھنے لگ جاتے ہیں اور بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔

حتیٰ کہ آپ تاریخ کے واقعات میں بھی ہر کہ و مہ کی بات پر یقین نہیں رکھتے اُسے بھی ہر لحاظ سے روایت و درایت کے اصولوں پر پرکھ کر اُسے تحریر میں لاتے ہیں۔ یا تقریر کا حصہ بناتے ہیں۔ سرکار علامہ مدظلہ کی واقعات کربلا پر مبنی کتاب ''سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ'' میں صرف وہ روایات درج ہیں۔ جن کا ماخذ و مدرک صحیح ہے۔ اور بے بنیاد روایات کی مکمل اور مدلل تردید کرتے ہیں۔

جیسے جناب صغریٰ کا وچھوڑا۔ جو کہ ذاکرین تیاری کے مضمون کے طور پر کئی کئی دن افسانوی انداز میں پڑھتے ہیں۔ اور پھر لوگوں کو رلا کر پیسے بٹورتے ہیں۔

یا جناب قاسم کی شادی کا افسانہ جس کی کوئی چول سیدھی نہیں ہے یا اسیران شام کا ایک سال زندان شام میں قید رہنا اور دیگر کئی ایسے واقعات ہیں۔ جنہیں بعض مقررین صرف رونے رلانے کے لیئے بڑی سج دھج سے پیش کرتے ہیں۔ سرکار علامہ مدظلہ نے ان تمام افسانوی روایات کا قلع قمع کر کے صحیح واقعات کربلا کو مستند انداز میں پیش کیا۔

سرکار علامہ مدظلہ کے ایک مخالف نے جب ایک روایت پڑھی اور پھر اس سے سوال کیا گیا کہ جناب آپ نے یہ روایت کہاں سے پڑھی ہے تو بجائے اس کے کہ وہ تحقیقی جواب دیتے کہنے لگے اگر صحیح روایات سننی ہیں۔ تو

پھر ڈھکو صاحب کی مجالس سنو۔ یا ان کی کتاب سعادۃ الدارین پڑھو۔

چند سال ہوئے راقم نے بھی عشرہ محرم کالا گجراں ضلع جہلم میں پڑھا۔ اور شہادت جناب قاسم پڑھی۔ لیکن جو مستند ہے۔ باقی افسانوی رنگ والی کہانی شادی اور سیج وغیرہ نہ پڑھی دوسرے دن سوال ہوا کہ جناب آپ نے شادی جناب قاسم نہیں پڑھی۔۔ تو میں نے گزارش کی کہ حضرت امام حسینؑ کی دو بیٹیاں ہیں۔ پہلی جناب فاطمہ جو کہ جناب حسن مثنیٰ سے شادی شدہ ہین دوسری جناب سکینہ تیسری بیٹی ہے ہی نہیں تو میں کہاں سے پڑھوں؟

۲۵۔ بحیثیت مجتہد و جامع شرائط:

سرکار آیت اللہ النجفی مدظلہ جب سے نجف اشرف سے فارغ التحصیل ہو کر اور درجہ اجتہاد پر فائز ہو کر پاکستان تشریف لائے اس وقت سے مخالفین و حاسدین کے لیئے اُن کا اجتہاد ایک متنازعہ مسئلہ بنا ہوا ہے۔ کبھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اتنے تھوڑے عرصہ میں کیسے کوئی مجتہد بن سکتا ہے؟ اور کبھی یہ بودا قسم کا ایراد کیا جاتا ہے کہ پاکستان میں کوئی مجتہد ہو ہی نہیں سکتا اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مجتہد تو کئی کئی سال پڑھتے ہیں اور پڑھانے کے بعد بنتے ہیں اور مجالس پڑھنے والا کیسے مجتہد ہو سکتا ہے؟ غرضیہ طرح طرح کے اعتراض کر کے اپنی کم علمی اور جہالت و ضلالت کا ثبوت دیا جاتا ہے حالانکہ ان اعتراضات کے تحقیقی جوابات بڑے واضح ہیں ہر شخص کا (I.Q) لیول یعنی ذہانت کا معیار مختلف ہوتا ہے۔ ایک شخص ایک سبق یا لیکچر کو ایک مرتبہ سنتا ہے اور وہ اسے ساری عمر نہیں بھولتا جب کہ دوسرا شخص وہی سبق دس مرتبہ بھی سن لے تب بھی کورے کا کورا رہتا ہے۔ اور یہی بات قبلہ علامہ صاحب کو دوسرے علماء سے ممتاز کرتی ہے۔ کہ خداوند کریم نے اُن کو بلا کا حافظ دیا ہے اور بے پناہ ذہانت و فطانت سے نوازا ہے جس کا عالم یہ ہے کہ عمر کے جس حصہ میں وہ جا رہے ہیں۔ عام بزرگان اپنی کہی ہوئی باتیں بھول جاتے ہیں۔ کھایا ہوا کھانا بھول جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اولاد تک کے نام بھی ذہن میں نہیں رہتے۔ لیکن ادھر یہ حالت ہے۔ کہ جوں جوں دن گزرتے جا رہے ہیں۔ پیری جوانی میں بدلتی جا رہی ہے۔ حافظہ پہلے سے بھی تیز ہوتا جا رہا ہے۔ سفر بڑھتے جا رہے تھکاوٹ کا نام و نشان نہیں ہے۔ جہاں ہمارے جیسے جوان تھک ہار کے بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کی صحت

پر ماشاء اللہ کوئی اثر نہیں پڑتا علاوہ بریں صرف یہ نہیں دیکھنا چاہیے۔ وہ نجف اشرف میں کتنا عرصہ رہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ پاکستان سے کیا کچھ پڑھ کے اگئے اور کن فاضل اساتذہ سے پڑھ کر گئے؟؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ پاکستان میں کوئی مجتہد بن ہی نہیں سکتا۔ یہ اعتراض اپنی جہالت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے ورنہ پاکستان میں اچھے سے اچھا ڈاکٹر بن سکتا ہے۔ بہتر سے بہتر انجینئر بن سکتا ہے اور ایٹمی سائنسدان بن سکتا ہے تو مجتہد کیوں نہیں بن سکتا؟ آخر کیوں کیا خداوند کریم نے کوئی پابندی لگا رکھی ہے۔ یا محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کا کوئی فرمان موجود ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں باقی سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن مجتہد نہیں ہوسکتا۔ ہندوستان میں علامہ سید علی نقی نقن صاحب قبلہ (مرحوم) جیسے جید عالم اور مجتہد ہوگزرے ہیں جن کے ساتھ آیت اللہ النجفی صاحب بہت قریبی مراسم تھے۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ ہم من حیث القوم غیر پرست قوم ہیں ورنہ اگر عراق وایران میں ہر سفید ریش عالم مجتہد ہوسکتا ہے بلکہ وہاں پیدا ہونے والا پڑھنے والا نابالغ بھی آیت اللہ العظمٰی بن سکتا ہے۔ تو پھر یہاں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ جیسا کہ علامہ صاحب کے بارے میں تیسرا اعتراض کہ مجتہد پڑھنے پڑھانے سے بنتے ہیں نہ کہ مجالس پڑھنے سے تو اس کا جواب بھی حاضر ہے۔ کہ اللہ کے فرمان اور سرکار محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کے ارشادات میں کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ مجتہد صرف وہ ہوسکتا ہے جو مجالس نہ پڑھے جو اچھی تقریر نہ کرسکتا ہو اور لوگوں کو اپنا مافی الضمیر سمجھا نہ ہوسکتا ہو حالانکہ اجتہاد ایک ملکہ ہے کہ جب وہ کسی کو حاصل ہوجائے تو پھر عموماً زائل نہیں ہوتا۔

اعتراض کرنے والوں کا معیار:

سرکار علامہ مدظلہ کی ذات اور اجتہاد پر اعترض کرنے والے لوگوں کا اپنا علمی مقام ومعیار کیا ہے؟؟؟ یا تو چند جاہل قسم کے ذاکر ہیں یا چند حاسد قسم کے مولوی وبس حقیقت یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر کے علاج یا اس کی اہلیت پر اعتراض کا حق ہے۔ تو دوسرے ڈاکٹروں کو۔ نہ کہ عوام الناس کو وکیلوں کی اہلیت پر اعتراض کا حق وکیل کو حاصل ہے۔ یعنی جس شعبہ میں ایک انسان کا تعلق ہے اسی شعبہ کے ماہرین کو اس پر اعتراض کرنے کا حق ہے لیکن وہ لوگ

جن کا اس شعبہ سے تعلق ہی نہیں ہے ان کو اعتراض کا کیا حق ہے؟

سرکار علامہ مدظلہٗ کے معزز و مکرم اساتذہ کرام سرکار آیت اللہ العظمی سید محسن الحکیم طباطبائی یا آیت ا

العظمی سید محمد جواد تبریزی یا آیت اللہ سید علی سبزواری اور دوسرے مجتہدین عظام سرکار علامہ مدظلہٗ کے اجتہاد ک

تصدیق کریں اور یہاں کا ذاکر یا حاسد قسم کا مولوی صرف برائے اعتراض کرے تو اہل عقل و دانش ا

بزرگان علماء اعلام کا قول و فرمان تسلیم کریں گے یا ان جاہلوں کے خرافات عراق ایران کے مجتہدین عظام ک

اجازہائے اجتہاد شائع ہو چکے بہت عرصہ پہلے کی بات ہے یعنی کم از کم پچیس تیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ ضلع ا

کے قصبہ شاہ پور میں مجلس عزا تھی استاد العلماء سرکار علامہ السید محمد یار شاہ صاحب قبلہ مرحوم اور سرکار علامہ محمد حسی

النجفی نے خطاب فرمانا تھا۔ سرکار استاد العلما باہر ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ اور ان کے اردگرد حس

معمول مجمع لگا ہوا تھا ایک شخص نے فقہی مسئلہ پوچھا۔ مجھے آج تک قبلہ صاحب کے وہ الفاظ یاد ہیں۔ فرمانے لگ

جب علم کا سمندر موجود ہو تو پھر مجھ جیسوں سے فقہی مسئلے نہیں پوچھے جاتے جاؤ اور ڈھکو صاحب سے مسئلہ پو

(علامہ صاحب ایک کمرہ میں تشریف فرما تھے) سبحان اللہ یہ ہے علم اور علماء کی شان۔ کہاں سرکار استاد العلما

مقام اور کہاں اُن کے فرمان کی شان اور کہاں آج کل کے بے علم اور حاسد قسم کے لوگ؟؟ الحمد للہ آج ملک ک

کونے کونے میں بلکہ بیرون ملک بھی سرکار علامہ کے مقلدین کی کثیر تعداد موجود ہے۔ اور ان کا رسالہ علمیہ قوان

الشریعہ فی فقہ الجعفر یہ ایک مستند اور مکمل کتاب ہے جس کو پڑھ کر فقہ کے مسائل کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔ بجا

حسد کرنے کے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین پر ایک ایسا مایہ ناز اہل علم پیدا کیا ہے۔

باوجود حالات کی سنگینی کے اپنا سرچشمہ علم چلا رہا ہے اور لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

وہ مرد درویش جسکو تو نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

۲۶۔ بحیثیت مروّج شیعیت:

ایک دور تھا کہ شیعیت اور شیعہ کا تعارف بہت ہی گھناؤنے انداز میں کرایا جاتا تھا۔ کہ شیعہ کون ہیں؟ چند ایسے افراد جنہوں نے کڑیاں پہن رکھی ہیں۔ ایام محرم میں کالے لباس پہن لیتے ہیں لٹیں رکھی ہوئی ہیں۔ مجلس سن لیتے ہیں۔ ماتم کرتے ہیں۔ علم وعمل سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مسجد میں جانا ان کا مزاج نہیں۔ غرضیکہ جو برا عمل اور فاسد عقیدہ تھا اس کے تحت شیعیت کا تعارف کرایا جاتا تھا لیکن علماء کرام کی محنتیں اور کاوشیں ہر دور میں جاری وساری رہیں اور انہی کوششوں اور قربانیوں سے مذہب شیعہ ہم تک پہنچا ہے۔ بنوامیہ عباسی خاندان سے لے کر مغلیہ خاندان کی حکومت ہند کے دور تک علماء شیعہ اگرچہ حکمرانوں کے ظلم کی چکی میں پیستے رہے اور قید و بند کی صعوبتوں کے ساتھ جام شہادت بھی پیتے رہے لیکن حقیقی مذہب شیعہ کو زندہ رکھا۔ اور 1947ء میں پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد خصوصاً 1960ء کے عشرہ میں نجف اشرف سے آئے ہوئے چند علماء کرام نے دیگر بعض معاصر اور بزرگ علماء کے مخلصانہ تعاون کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے مذہب اہلبیتؑ اور فقہ جعفریہ کا صحیح تعارف کرایا پہلے ایک مرتبہ تو پورے ملک میں ایک قسم کا طوفان آ گیا۔ اپنے پرائے مخالفت پر ڈٹ گئے۔ کبھی ان علماء کرام کو وہابی کہا گیا اور سعودیہ کے ایجنٹ اور خدا جانے کیا کیا کہا گیا۔ غیروں کی مخالفت اپنے مقام پر۔ لیکن وہ لوگ جو ظاہراً شیعوں کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے۔ اور تبلیغ شیخیت کی کرتے مذہب شیعہ کو بدنام کر رہے تھے اور سادہ لوح عوام اُن کے دامِ فریب، میں پھنسے ہوئے تھے۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں مرزا یوسف حسین۔ مولانا بشیر انصاری، مولوی اسماعیل، آغا ضمیر الحسن وغیرہ۔ جو مقررین اور ذاکرین میں شامل ہو کر شیعیت کی تبلیغ کی بجائے شیخیت پھیلانے میں مصروف ۔تھے۔ ان کا بڑا سرغنہ مولوی محمد بشیر انصاری تھا۔ جو بظاہر مبلغ شیعہ مگر حقیقتاً شیخیت کا پرچار کر رہا تھا۔

ان لوگوں کا ہر میدان میں مقابلہ کر۔نے کے لئے جن علماء کرام نے کمر ہمت باندھی۔ تا کہ شیعیت کا تعارف کرایا جائے اور صحیح باعمل شیعوں کو متعارف کرایا جائے۔ ان علماء کرام میں سب سے زیادہ جس شخصیت نے

اپنی شرعی ذمہ داری بھرپور طریقے سے نبھائی وہ سرکار علامہ محمد حسین النجفی کی ذات ہے۔ اسی دوران موتمر علماء شیعہ بنائی گئی۔ علامہ صاحب قبلہ کو اس کا صدر منتخب کیا گیا جبکہ دیگر علماء کرام قبلہ علامہ صاحب کے اساتذہ اور دیگر ہم عصر علماء بھی شامل تھے۔ جن کی کوششوں کی وجہ سے آج مذہب شیعہ کا صحیح تعارف ہوا۔ اور دنیا سوچنے پر مجبور ہوگئی کہ واقعی مذہب اہلبیت حق ہے اور یہی اسلام کی صحیح تفسیر صحیح تصویر صحیح صورت ہے۔

شیعیت کی ترویج میں سرکار علامہ مدظلہ نے تین موضوعات کا انتخاب کیا پہلا۔ عقیدہ کی درستگی۔ دوسرا۔ عمل کی درستگی اور تیسرا غلط رسم ورواج کی اصلاح۔ بالفاظ دیگر

۱۔ اصلاح عقائد

۲۔ اصلاح احوال

۳۔ اصلاح رسوم

چونکہ نام نہاد مقررین نے قوم کو عقیدہ میں مشرک اور عمل میں فاسق اور رسومات میں زیادہ تر ہندوانہ رسومات کا تابع بنا دیا تھا لہٰذا ان تینوں میدانوں میں سخت کوشش وکاوش کی ضرورت تھی۔ سرکار علامہ مدظلہ نے عقیدہ کی درستگی کے سلسلہ میں احسن الفوائد اور اصول الشریعہ جیسی عظیم کتب تحریر فرمائیں اور ساتھ ساتھ تقاریر میں عقائد کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ عمل کی اصلاح کی خاطر زاد العباد، قوانین الشریعہ وغیرہ عظیم کتب تحریر کیں۔ اور معاشرہ میں اصلاح کی خاطر ''اصلاح المجالس'' اور اصلاح الرسوم لکھیں۔ صحیح امامت وخلافت کا تعارف کرنے کے لیئے اثبات الامامت لکھی۔ ان کتب کو پڑھ کر اور قبلہ علامہ صاحب کی تقاریر اور مذاکرے سن کر بہت سے لوگ مذہب اہلبیت قبول کر چکے ہیں اور ہزاروں لوگوں کے عقیدے وعمل درست ہو چکے ہیں۔ الحمد اللہ علی احسانہٗ

ے یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اس سلسلۂ جلیلہ کے بارے میں جن علماء کرام نے سرکار علامہ مدظلہٗ کا بھرپور ساتھ دیا۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:

☆ علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مرحوم

☆ استاد العلماء علامہ السید محمد یار شاہ صاحب مرحوم

☆ استاد العلماء علامہ السید گلاب علی شاہ صاحب مرحوم

☆ حضرت علامہ حسین بخش صاحب جاڑا مرحوم

☆ حضرت علامہ اختر عباس صاحب قبلہ مرحوم

☆ علامہ حافظ سیف اللہ صاحب مرحوم

☆ حضرت مفتی عنایت علی شاہ صاحب

☆ حضرت علامہ سید محب حسین شاہ صاحب مرحوم

☆ حضرت علامہ مرزا احمد علی مرحوم

☆ حضرت علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم

☆ حضرت علامہ غلام حسن آف جاڑا

☆ حضرت علامہ حافظ ریاض حسین نجفی

جبکہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے جن علماء اعلام نے یہاں درس و تدریس اور تصنیف کے ذریعہ سے شیعیت کی تبلیغ و ترویج فرمائی ان میں بعض نمایاں نام یہ ہیں۔

۱۔ علامہ سید ابوالقاسم رضوی

۲۔ علامہ سید علی حائری لاہور

۳۔ استاد العلماء علامہ سید محمد باقر صاحب آف چکڑالہ

۴۔ علامہ ملک فیض محمد کھیالوی

۵۔ علامہ حافظ کفایت حسین صاحب

۶۔علامہ السید محبوب علی شاہ صاحب خوشاب

۷۔مولانا حکیم امیر الدین مرحوم وغیرہ شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ

۲۷۔بحیثیت ماہر علم کلام:

سرکار آیت اللہ النجفی صاحب نے علم کلام میں مہارت مرکزِ علم وعمل نجف اشرف کے بعض علماء اعلام ا
مجتہدین عظام سے حاصل کی۔علم کلام کی اہمیت کے پیش نظر اس کی تعریف وتفصیل بیان کی جاتی ہے۔

تعریف:

علم کلام وہ علم ہے کہ جس میں اعتقادات حقہ ایمانیہ اور معارف اسلامیہ ربانیہ کا دلائل و براہین تفصیلہ ـ
اثبات اور ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات دیے جائیں۔ان اعتقادات و معارف کا اصل الاصول مس
توحید ہے۔

علم کلام آئمہ معصومین علیہم السلام کے فرمان کی روشنی میں:

حضرات آئمہ معصومینؑ نے مختلف طریقوں سے اس علم کی عظمت وجلالت لوگوں کے ذہن نشین کرنے
مسلسل کوشش فرمائی۔کبھی اس علم کی شرافت ورفعت بیان فرمائی۔کبھی اس علم کے علماء کی عظمت شان کا تذ
فرمایا۔چنانچہ سرکار ختمی مرتبت کا ارشاد ہے''اول الدین معرفۃ الجبار''یعنی دین کی اصل بنیاد معرفت باری تع
ہے۔حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

''اول الدین معرفتہٗ'' دین کی پہلی کڑی معرفت خالق ہے(نہج البلاغہ)

ان حقائق سے ظاہر ہے کہ اس علم کو باقی سب علوم پر ترجیح وتقدیم حاصل ہے کیونکہ اس کا موضوع س
سے افضل واعلیٰ ہے۔دوسرے سلسلہ میں حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس علم کے علماء کو دوسرے علماء وفض
پر افضلیت واشـ ... کی سند عطا فرمائی ہے۔چنانچہ معاویہ ابن عمار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جع

صادقؑ سے دریافت کیا کہ آپؑ کے شیعوں میں ایک شخص ایسا ہے جو آپ کی فرمائشات وتعلیمات کو کثرت کے ساتھ نقل کرتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ مخالفین کے دلوں میں مذہب حق کو جاگزین کرتا ہے اور کمزور شیعوں کے اعتقاد کو محکم و مضبوط بناتا ہے۔ آیا ایسا شخص افضل ہے یا وہ عبادت گزار اور شب زندہ دار جو اس سابقہ فضیلت سے محروم ہے۔ آں جنابؑ نے فرمایا کہ وہ عالم جو مخالفین کے خلاف دفاع کرے اور ہمارے ضعیف الاعتقاد شیعوں کے اعتقاد کو محکم کرے وہ ایسے ہزار عابدوں سے بہتر و برتر ہے۔ (اصول کافی)

لہٰذا غیبت کبریٰ کے اس پر آشوب دور میں جو کچھ دین و دیانت موجود ہے اور اسلام و ایمان کے جو کچھ آثار مشہود ہیں۔ یہ سب ایسے علماء اعلام و متکلمینِ اسلام کے وجود ذی جود کے برکات ہیں اس لیئے یہ حضرات خداوند عالم کے نزدیک سب لوگوں سے افضل ہیں (منیۃ المرید واحتجاج طبرسی)

علم کلام جس کی بنیاد حضرت امیر المومنین علیہم السلام نے رکھی بعد میں دیگر آئمہ طاہرینؑ نے اس کی ترقی و ترویج کے لیئے کام کیا۔ البتہ مخالف فریق نے ہر قدم پر اس علم کی مخالفت کی ہے۔ تاکہ کہیں حق کا اظہار اور باطل کا ابطال نہ ہو جائے۔

آئمہ طاہرین علیھم السلام نے خود بھی اس علم کی ترویج فرمائی اور اپنے بڑے بڑے نامور صحابہ کو اس علم کی تعلیم دی۔ جنہوں نے اس علم کے ذریعہ دشمنان آل محمد علیہم السلام کا ناطقہ بند کر دیا مثال کے طور پر ایک چھوٹا سا واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

مومن طاق کا ایک دلچسپ واقعہ:

ابوجعفر محمد ابن علی المعروف بمومن طاق علم کلام کے بڑے ماہر تھے۔ ایک مرتبہ امام اعظم نے ان سے طنزاً کہا کہ تم چونکہ رجعت کے قائل ہو۔ اس لیئے مجھے پانچ سو دینار قرضہ دے دو۔ زمانہ رجعت میں جب ہم واپس آئیں گے تو اس وقت واپس لے لینا مومن طاق نے برجستہ کہا۔ کہ مجھے قرضہ دینے میں تو کوئی تامل نہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ رجعت کے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں دشمنان اہل بیتؑ مسخ ہو کر اٹھیں

گے۔لہٰذا تم مجھے اس امر کا کوئی ضامن دو۔ کہ جب تم اٹھو گے تو انسان ہی ہو گے۔

علم کلام میں بڑے بڑے ماہرین علماء کرام ہو گزرے ہیں۔جن کی مذہب وملت کے لیئے بہت زیا

خدمات ہیں (تفصیل کے لیئے ملاحظہ فرمائیں احسن الفوائد)

آج موجودہ دور کے علماء کرام میں سرکار علامہ آیت اللہ النجفی مدظلہ نے علم کلام کی تحصیل کے بعد مذہب

کی خدمت اور مخالفین کا دفاع پرزور انداز میں کیا ہے۔ مدلل گفتگو ان کا شیوہ وشعار ہے۔ مذہب کے عقائد

استحکام اور مخالفین کے دفاع کے لیئے بڑی بڑی ضخیم کتب تصنیف فرمائیں۔ان میں سے ایک احسن الفوائد فی شر

العقائد ہے۔

اور دوسری اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ یہ دونوں بڑی عظیم کتابیں ہیں جن میں مذہب شیعہ کے اصول

عقائد کو بہترین انداز میں بیان کیا گیا ہے ان کتب کی وجہ سے گو وقتی طور پر تو اپنے ضعیف الاعتقاد اور مخالفین دونو

تڑپ اٹھے تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنوں کے اعتقادات مستحکم ہو گئے۔اور مخالفین کے پاس سوا

خاموشی کے اور کوئی راستہ نہ تھا نیز اس سلسلہ میں انکی دو اور کتابیں بھی ہیں۔

۱۔ اعتقادات امامیہ

۲۔ مختصر عقائد شیعہ

۲۸۔بحیثیت مناظر مذہب اہلبیت:

سرکار علامہ نے نجف اشرف میں فن مناظرہ کا علم حضرت آیت اللہ الشیخ عبد الحسین امینی سے حاصل

سرکار علامہ مدظلہٗ کی طبیعت میں علمی تحقیق وجستجو اور دلائل سے کسی بات کو ثابت کرنے کا ملکہ بدرجہ اتم مو

ہے۔لیکن وہ پبلک میں مناظرہ سے صرف اس لیئے پہلوتہی کرتے ہیں۔ کہ ان مناظروں میں نہ علم ہوتا ہے۔ نہ

دلائل اور نہ صبر وتحمل اور نہ ہی شرافت نجابت بلکہ مناظروں میں صرف کوشش ہوتی ہے کہ مخالف فریق کو شکست

جائے چاہے جس طرح ہو۔مثلاً ایک مناظرہ کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک مناظر دوسرے مناظر

ساتھ مناظرہ کرنے کے لیئے آئے تو ایک مناظر نے کہا یہ عبارت پڑھو جب اس مناظر نے عبارت پڑھی تو لکھا تھا قال قال رسول اللہ۔ مخالف مناظر نے شور مچایا کہ بس بس یہیں رک جاؤ اور لوگوں سے کہا کہ دیکھو جناب ہم آج تک رسولؐ خدا کو نور کہتے آئے ہیں اور یہ کہہ رہا ہے کہ رسول کالا کالا تھا۔ لوگ اس مولوی کی طرف چڑھ دوڑے اور مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ کہ تو نے ہمارے رسول کے بارے میں کہا یہ کیا ہے کہ وہ کالے تھے؟

سرکار علامہ مدظلہٗ جہاں علم کلام کے ماہر ہیں وہاں فنِ مناظرہ پر بھی قدرت کاملہ رکھتے ہیں۔ لیکن مناظرہ میں بھی وہ اعلیٰ اخلاقی روایات کی پاسداری کے خواہاں ہیں۔ لیکن جو طرز مناظرہ آج کل جاری ہے۔ وہ اس کے سخت خلاف ہیں وہ جانتے ہیں کہ جب علماء کرام کے درمیان گفتگو اور بحث وتمحیص ہو تو اس میں بلند اخلاق واعلیٰ روایات اور علمی دلائل وغیرہ کا لحاظ رکھا جائے۔ اور علمی انداز سے دوسرے فریق کو قائل کیا جائے۔ تو اس سے تحقیق کے دروازے کھلتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور علماء سابقہ کے اقوال سے اپنی بات کو ثابت کرنا اور شرافت وعزت کے ساتھ کلام کرنا فنِ مناظرہ کی بہترین مثال ہے۔ لیکن ان باتوں کا خیال کم وبیش رکھا جاتا ہے۔

فن مناظرہ پر سرکار علامہ مدظلہٗ نے درج ذیل کتابیں لکھیں ہیں:

ا۔ اثبات الامامت

جس کا پورا نام اثبات امامۃ الائمۃ الاطہار فی ضوءِ العقل والآیات والاخبار نام سے ہی موضوع کی وضاحت ہو جاتی۔

۲۔ تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت

برادران اہلسنت کی مایہ ناز کتاب آفتاب ہدایت در رد رفض بدعت کا دندان وہمت شکن جواب باصواب جس نے مخالفین کے قلم توڑ دیے۔ اور مذہب اہلبیتؑ کے تمام اصول وفروع کو دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے۔

۳۔ تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین

جس میں حدیث ثقلین کی روشنی میں مذہب حق کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔

۲۹۔بحیثیت بزرگِ محفل:

سرکار علامہ مدظلہٗ کی بہت بڑی خوبی اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس محفل میں موجود ہوں چاہے وہ مذہبی محفل ہو۔یا نجی محفل وہ اپنی بزرگی بطور اہل علم وفضل اور بلحاظ سن وسال منوا لیتے ہیں۔اب تو ان کے اساتذہ اور ہم عصر علماء کرام میں سے اکثر وبیشتر اس دنیا فانی سے جا چکے ہیں۔لیکن جب موجود ہوتے تھے مثلاً مدارس کے جلسوں میں یا دوسری مذہبی میٹنگز میں تو پھر بھی اُن کی موجودگی میں اپنے آپ کو اپنی علمی طاقت کے بل بوتے پر منوالینا۔ انہی کا کارنامہ تھا۔اور پھر وہ بزرگانِ ان کے علمی کمال کی داد دیتے تھے۔حسد نہیں کرتے تھے۔اور اب تو خیر سے جتنے موجود ہیں۔کوئی ان کے شاگرد ہیں اور کوئی شاگردوں کا شاگرد ہے (الامن شذ) جن کا علمی حدود اربعہ سرکار علامہ دظلہ کو بھی معلوم ہے۔اور عوام الناس کو بھی۔

لہٰذا بلحاظ سن وسال بلحاظ علم وکمال اپنی بزرگی کا اعتراف کروانا اور اپنا احترام بحیثیت بزرگ کرانا بھی اُن کا کمال ہے۔مختلف دینی مدارس میں دیکھا گیا کہ سرکار علامہ مدظلہٗ کے تشریف لانے سے مدارس کے علماء کرام او طلباء عظام اس طرح ملتے ہیں اور احترام کرتے ہیں اور اس طرح گھیرا ڈال کر بیٹھتے ہیں۔کہ جیسے اُن کے خاندان کا کوئی بڑا بزرگ آ گیا ہو۔اسی طرح جب اپنے بانیان مجالس اور دوسرے دوست احباب کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔تو وہاں بھی یہی محسوس ہوتا ہے۔کہ ان کے خاندان کا کوئی بزرگ آ گیا ہے۔لوگ فقہی مسائل تو د کنار۔ذاتی اور خاندانی فیصلے حتیٰ کہ برادری میں رشتوں ناطوں کے فیصلوں کے لئے بھی سرکار علامہ مدظلہٗ سے مشورے کرتے ہیں۔اور ان کے فیصلوں کو حتمی سمجھتے ہوئے اُن پر عمل کرتے ہیں۔سچ تو یہ ہے کہ آپ جس محفل بزم میں جاتے ہیں چھا جاتے ہیں۔اور اپنی موجودگی میں کسی کا چراغ نہیں جلتا

ے ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۳۰۔ بحیثیت ناقد:

تنقید یا (Criticism) کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

الف: تنقید برائے تنقید

ب: تنقید برائے اصلاح

سرکار علامہ آیت اللہ نجفی مدظلہٗ کی ذات والا صفات نے ہمیشہ تنقید برائے اصلاحِ قوم وملت کا بیڑہ اٹھایا ہے اصلاح کی ضرورت جہاں بھی محسوس کی وہاں پر اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ اور جہاں کوئی خرابی دیکھی وہاں پر اس کی نشاندہی کی اور پھر اصلاح احوال کیلئے تگ ودو کی۔ مسائل چاہے مذہبی ہوں۔ عقیدہ وعمل کے لحاظ سے ہوں یا رسومات کے اعتبار سے قومی وملی ہوں یا قیادت کی سطح کے ہوں آپ نے ہمیشہ ان کو صحیح طریقے سے حل کرنے کی کوشش کی ہے اور اصلاح احوال کی بھرپور طریقہ پر کاوش کی ہے۔ تنقید برائے اصلاح کے ضمن میں اصلاح المجالس والمحافل کتاب تحریر فرمائی اور صحیح عزاداری کے طور طریقے بیان فرمائے۔ غلط رسومات کو تنقید کا نشانہ بنایا اور ''اصلاح الرسوم'' تصنیف فرمائی اور اس بات کا کوئی ڈر خوف محسوس نہیں کیا کہ لوگ کیا کہیں گے صرف اور صرف خوشنودی خدا ورسول اور آئمہ طاہرینؑ کے لیئے قلم اٹھایا اور اب آہستہ آہستہ ارباب دانش ان باتوں کو صحیح تسلیم کر کے اپنی اصلاح کی طرف راغب ہو رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔

۳۱۔ بحیثیت مبلّغ حق:

اچھے مبلغ ومقرر میں جو خوبیاں ہونی چاہیں۔ خداوند عالم نے سرکار آیت اللہ النجفی مدظلہٗ کو ان سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تھوڑے عرصہ میں ایک شیوہ بیان، قادر الکلام اور طلیق اللسان مقرر، خطیب اور مبلغ کے رنگ میں افق خطابت پر چھا گئے۔ اس کے باوجود کہ شیخی العقیدہ مقررین اور بے لگام ذاکرین نے اُن کے خلاف طوفان بدتمیزی کھڑا کر رکھا تھا۔ مگر وہ جہاں بھی گئے بفضلہٖ حق وحقیقت کے جھنڈے گاڑ دیے۔

1960 سے لے کر 1971 تک مدرسہ محمدیہ میں پرنسپل شپ کے دوران مجالس کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ
انہیں مدرسہ میں بیٹھ کر پڑھانا مشکل ہوگیا اندرونِ ملک اور بیرون ملک تبلیغات کا سلسلہ برابر بڑھتا ہی چلا گیا
ابوظہبی، شارجہ، دوبئ، عرب امارات اور انگلینڈ میں لندن ۔ مانچسٹر برمنگھم اور نیو پورٹ وغیرہ میں عشرہ ہائے محرم
الحرام اور عشرہ ہائے ثانی اور دیگر ایام عزا کی اس قدر مجالس پڑھیں، علمی مذاکرے کیلئے کہ پوری دنیا میں ایک ذہنی
اور فکری انقلاب آ گیا والحمدللہ اور لوگ سوچنے پر مجبور ہوگئے ۔ کہ اس شخصیت کے بارے میں سنا گیا تھا۔ اور دیکھا
کیا ہے؟ عقیدت مندوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ایک دن میں کئی کئی پروگرام نبھانا پڑتے ہیں۔ سرکار علامہ مدظلہ
کی تقریروں میں کیا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی آیات اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی فرمائشات اور علمائے اعلام کی
تحقیقات ہوتی ہیں عقائد حقہ بیان ہوتے ہیں اور ان پر عمل پر زور ہوتا ہے۔ موقع محل کی مناسبت سے اردو عربی
فارسی کے اشعار بھی تقریر کو چار چاند لگاتے ہیں۔

۳۲۔ بحیثیت مجسم لائبریری (Library):

سرکار علامہ مدظلہ کی ذات گرامی اپنے اندر ایک مجسم لائبریری کی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنی مذہبی کتابیں
ہوں یا اہل سنت کی یا دیگر فرق کی تصانیف ہوں۔ وہابیت اور مرزائیت کی تالیفات یا قرآن و احادیث کے حوالہ
جات ہوں انہیں صرف حوالے ہی نہیں بلکہ پوری کی پوری عبارت یاد ہوتی ہے۔ ایک کتاب جو ایک مرتبہ نظر سے
گزر جائے وہ ہمیشہ کے لیئے آپ کے ذہن کے کمپیوٹر میں محفوظ ہوجاتی ہے۔ اور اس بات کا انکشاف اس وقت
ہوتا ہے جب لوگ موبائل پر ان سے حوالہ جات پوچھتے ہیں یا بزمہائے مذاکرہ میں ان سے سوالات کرتے ہیں تو
بفضلہ تعالیٰ سوال ختم ہونے سے پہلے نقد جواب حاضر ہوتا ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

۳۳۔ بحیثیت مترجم وشارح:

سرکار علامہ نجفی مدظلہٗ کی ذات گرامی قدر کو صرف تحریر کی حد تک نہیں بلکہ تقریر و گفتگو اور بحث و مباحثہ

بھی عربی اور فارسی زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہے۔ وہ عربی اور فارسی اس روانی سے بولتے ہیں کہ سننے والا یہ تفریق نہیں کرسکتا کہ یہ عرب ہیں ایرانی ہیں یا پاکستانی، اردو زبان پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ انتہائی گہرے مطالب کو اچھے انداز سے بیان کرتے ہیں اسی روانی میں اردو فارسی عربی اشعار کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ البتہ اور دو بولتے وقت لہجہ تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ لہجہ وہ پنجابی کا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک الگ شناخت کی نشانی (Symbol) ہے۔

ترجمہ وتشریح دو طرح سے ہوتی ہے یعنی ایک تو کتاب کی اور دوسری کسی شخصیت کے بیان وکلام کی۔ شخصیات کے بیان وکلام کے تراجم تو صرف مدرسہ محمدیہ سرگودہا تک محدود رہے۔ جب سرکار علامہ مدظلہٗ پرنسپل کے عہدہ پر فائز تھے اور عراق سے علماء اعلام پاکستان تشریف لاتے خصوصاً سرکار آقائے محسن الحکیم الطبا طبائی اعلی اللہ مقامہ خاندان سے کوئی فرد تشریف لاتے جن کے ساتھ سرکار علامہ مدظلہ کے ذاتی تعلقات تھے وہ عربی زبان میں تقریریں کرتے تھے اور سرکار علامہ نجفی مدظلہٗ ان کا اردو میں مطلب خیز ترجمہ فرماتے تھے اور ان کے ساتھ رواں دواں عربی میں گفتگو کرتے تھے اور اب عرب ممالک کے دورے پر ہوں یا ایران کے مذہبی علمی اجتماع ان میں عربی اور فارسی میں مقالہ جات پڑھتے ہیں اور تقاریر بھی کرتے ہیں۔

شخصیات کے ترجمے کے سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے کہ جب میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کا طالب علم تھا۔ اس دور میں اسلامی جمہوریہ ایران سے ایک عالم دین آقائے محقق پاکستان کے دورہ پر تشریف لائے اور انہیں جمعہ کے اجتماع میں شاہ یوسف گردیز میں خطاب کی دعوت دی گئی۔ اور بدقسمتی سے باب العلوم ملتان کے ایک مدرس کو ترجمہ کی زحمت دی گئی تو اس وقت انتہائی دلچسپ صورتحال پیدا ہوئی کہ جب آقائے محقق اپنی گفتگو شروع کرتے تو مولانا جو ساتھ کھڑے تھے سو جاتے۔ جب مہمان کی گفتگو ختم ہوتی اور ترجمہ کے لیئے مترجم کو کہا جاتا۔ تو وہ فوراً جاگ تو جاتے لیکن انہیں معلوم نہ ہوتا کہ آقائے محقق نے کیا فرمایا ہے؟ دو تین مرتبہ یہ سلسلہ چلا۔ آخر کار سارے نمازی حضرات بول پڑے کہ سرکار آپ کی فارسی ہمیں سمجھ آرہی ہے۔ آپ اپنا خطاب جاری

رکھیں۔اور اس محترم مترجم کو ترجمہ کی زحمت نہ دیں۔

بہر حال جہاں تک کسی کتاب کے ترجمہ وشرح کی حیثیت سے ہے تو سرکار علامہ مدظلہٗ کو کتب کے تر

اور ان کی تشریح میں بھی کمال حاصل ہے۔ مثلاً کتاب احسن الفوائد جو کہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے رس

اعتقادیہ کا ترجمہ اور اس کی شرح ہے۔اس کا جواب نہیں۔اور خصوصاً عقائد کی تشریح اس مدلل انداز سے کی ک

عصر اور بزرگ علماء اسکی تعریف وتوصیف کیئے بغیر نہ رہ سکے۔اسی طرح وسائل الشیعہ کی بیس جلدوں کا ترجم

ان کے اس ہنر وکمال کا شاہکار ہے۔بہر حال ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

۳۴۔سرکار علامہ نجفی بحیثیت داعی اتحاد بین المومنین:

جب سرکار علامہ مدظلہٗ 1960ء میں پاکستان تشریف لائے تو اس وقت ملت شیعہ پر کچھ ایسا کٹھن و

تھا۔کہ نام نہاد علماء کے لبادہ میں ملبوس شیخی حضرات جو کہ شیعہ سٹیج پر شیعوں کے عقائد کے خلاف شیخیوں کے نظر

کی ترویج کر رہے تھے اور سادہ لوح شیعوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسا رہے تھے۔یہ تو اپنی تقریروں کو ڈبل کیش

رہے تھے۔یعنی ادھر بانیان مجالس سے بھاری بھرکم فیس لے رہے تھے۔اور ادھر اپنے مرکز شیخیت سے درہم و

وصول کر رہے تھے۔لیکن نقصان صرف اور صرف ملت شیعہ کا ہو رہا تھا۔جس کے مسلمہ عقائد کو شیخیت کے دلفر

غلاف میں لپیٹ کر عوام الناس کو خوش کیا جا رہا تھا۔اور گمراہ کیا جا رہا تھا اور حقیقی علمائے اعلام پر لعن وطعن کا باز

کر رکھا تھا۔علماء کی مخالفت میں کتابیں۔ پمفلٹ اشتہار بازی غرضیکہ ہر وہ حربہ استعمال کیا جا رہا تھا۔جس

مذہب اجازت دیتا ہے۔اور نہ اخلاق اور انسانی اقدار اجازت دیتے ہیں۔

راقم آثم کے بچپن کی ایک یاداشت جو کہ اب بھی ذہن میں محفوظ ہے۔قارئین کی خدمت میں پیش

چاہتا ہوں۔کہ وہ لوگ جو شیخیوں کے نمک خوار تھے ان لوگوں نے کس طرح علماء کرام کی مخالفت کی اور عوام ا

نے ان لوگوں کا کس طرح ساتھ دیا۔البتہ پڑھا لکھا طبقہ اور ذی شعور لوگ خصوصاً نوجوان طبقہ جو کہ اس وقت

ایس۔او کی شکل میں منظم تھا۔ ان لوگوں کی غلیظ حرکتوں کی وجہ سے بیدار ہوا۔اور ان لوگوں کو ہر جگہ منہ کی

پڑی۔

ضلع لیہ کے محلہ عید گاہ میں ایک ذاکر تھے خدا جانے اب زندہ ہیں یا نہیں غلام حسن ان کا نام تھا۔ اس علاقے میں اس کا سالانہ جلسہ بہت مشہور تھا۔ بے تحاشہ لوگ اس میں شریک ہوتے تھے۔ دو دن کا جلسہ ہوتا تھا۔ ملک بھر کے ذاکرین اور چند عمامہ پوش بھی اس میں شامل ہوتے تھے۔ دن رات جلسہ جاری رہتا تھا۔ امام بارگاہ کے باہر عارضی طور پر دکانیں اور کھانے پینے کی اشیاء کے سٹال ہوتے تھے بہر حال باہر ایک میلے کا سماں ہوتا تھا۔ بچپن میں ہم نے بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ جاتے تھے چونکہ پہلے کوئی اختلافی فضا نہیں تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ اُسی جلسہ میں ایک مولوی بنام ضمیر الحسن تھا یعنی نام تو اس کا ضمیر الحسن تھا۔ البتہ ضمیر نام کی کوئی چیز اس میں نہیں تھی۔ سر پر عمامہ اور عبا و قبا پہنے ہوئے۔ سٹیج پر آیا۔ چونکہ ہم لوگ ذہنی طور پر علماء کی قدر کرتے تھے۔ لہٰذا اس کی تقریر کے لیئے بیٹھے رہے۔

لیکن اس بدبخت انسان نے آتے ہی خطبہ کے بعد انتہائی برے لب و لہجہ میں کہا کہ پاکستان میں چند لوگ آگئے ہیں۔ جو کہ سعودی عرب کے ایجنٹ ہیں اور مذہب شیعہ کے نظریات کو خراب کر رہے ہی۔ یعنی اس گفتگو کے ساتھ ساتھ اس نے منہ کے کئی حلیئے بنائے اور منبر پر اچھل اچھل کر بلکہ ناچ ناچ کر بے ہودہ گفتگو کی لیکن اُس وقت تک ہمیں سمجھ نہ آئی کہ یہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ آخر کار اس بدبخت نے مجمع کو اچھال کر تبرا بازی کا سلسلہ شروع کیا اور نام لے کر سرکار علامہ السید محمد یار شاہ صاحب قبلہ مرحوم، علامہ گلاب علی شاہ صاحب قبلہ مرحوم، علامہ حسین بخش صاحب جاڑا مرحوم اور علامہ محمد حسین صاحب قبلہ ان کے ہمعصر دیگر علماء کرام پر لعنتیں شروع کرا دیں۔ اور عوام الناس نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ لیکن اس بات کا ایک مثبت پہلو یہ نکلا کہ کچھ لوگ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ادھر یہ کہتا ہے کہ یہ شیعہ علماء ہیں اور دوسری طرف یہ تبرا بازی کر رہا ہے۔ آخر کار حالات نے پلٹا کھایا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ آج اُن کا نام لینے والا کوئی نہیں۔

اور علماء کرام کی تحریک بحمد للہ کامیاب و کامران ہوئی البتہ لطف کی بات یہ ہے کہ یہی ذاکر غلام حسن اپنے

والدین کے ایصال ثواب کے لیئے ماہ رمضان میں ایک مجلس کراتا اور قبلہ علامہ محمد یار شاہ صاحب کودعوت دیتا تھا۔ جب اس سے کسی نے پوچھا کہا تنا بڑا جلسہ کراتے ہو کیا اس کا ثواب تمہارے والدین کو نہیں ہوتا۔تو حقیقت بہر حال زبان پر جاری ہو ہی جاتی ہے۔تو کہتا کہ ثواب کے لیئے مجلس تو صرف قبلہ محمد یار شاہ صاحب والی ہے۔باقی تو صرف جلسہ ہے۔

ان تمام تر حالات کے باوجود سرکار علامہ مدظلۂ کا کردار مثبت رہا۔اتحاد بین المؤمنین کی ہر کوشش کا مثبت جواب دیا۔قوم وملت کے جن افرد نے بھی اتحاد کی کوشش کی سرکار علامہ مدظلۂ ہر وقت ہر لمحے اتحاد کے لیئے تیار نظر آئے اور پھر مناب تجاویز پیش کیں۔جن میں چند تجاویز یہ تھیں۔

۱۔ کہ آپس میں جھگڑنے کی بجائے اس وقت کے مجتہد اعظم سرکار آقائے محسن الحکیم الطبا طبائی کو حکم مان لیا جائے۔اور اپنے تمام اختلافات کا فیصلہ ان سے کرایا جائے۔

۲۔ عوام الناس کی بجائے دونوں طرف سے علماء کی میٹنگ رکھی جائے جب تک تمام اختلافی مسائل کا فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت تک میٹنگ برخاست نہ کی جائے۔

۳۔ ایران و عراق کے مراجع عظام کے پاس اپنے نظریات وعقائد بھیجے جائیں۔جس کی وہ تائید کریں اُن کو اپنایا جائے اور باقی کو رد کر دیا جائے (زیادہ تفصیل کے ساتھ اس لیئے نہیں لکھا جارہا کہ یہ تمام مواد پہلے ہی کتاب ''مرد علم میدان عمل میں'' میں موجود ہے۔

لہٰذا تفصیل کے لیئے اُس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔یہاں صرف خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

بہر حال معاہدہ جھنگ ہو یا دیگر مختلف مقامات پر مخلص مومنین کی کوشیش ہوں۔ہر جگہ سرکار علامہ مدظلۂ نے لبیک کہا۔چونکہ ان کا دامن صاف تھا لیکن مخالفین جو شیخیوں کا مال کھائے بیٹھے تھے وہ کہاں ان تجاویز پر عمل کرتے اس لیئے ہمیشہ عوام الناس میں گالم گلوچ کی۔اور عوامی جذبات کو بھڑکا کر اُس سے فائدہ اٹھایا ان کا سرغنہ مولوی محمد اسماعیل تھا۔جو شیعہ تو ہوا۔لیکن قوم شیعہ کا فائدہ تھوڑا اور نقصان زیادہ کیا۔اور اسکی باگ ڈور مولوی محمد بشیر انصاری کے ہاتھ

میں تھی۔

اتحاد بین المومنین کی ایک اور کوشش کا آنکھوں دیکھا حال:

یہ واقعہ بھی غالباً ستر ۷۰ کی دہائی کے آخر کا ہے۔ کہ مومنین شاہ پور ضلع لیہ نے اتحاد کی کوشش کی۔ اُن میں سرکردہ شخصیت محترم جناب سید اللہ بخش شاہ صاحب عرف کوڑ و شاہ صاحب تھے۔ انہوں نے مولانا محمد بشیر انصاری آف ٹیکسلا کو دعوت دی اور ادھر سے سرکار علامہ محمد حسین صاحب قبلہ کو مدعو کیا۔ البتہ دونوں شخصیات کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ دوسرے کس مقرر کو بلایا گیا ہے۔ چونکہ پورے علاقہ میں اس جگہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی لہٰذا جوق در جوق لوگ اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ امام بارگاہ کے اندر باہر مجمع ہی مجمع تھا۔ میں بھی مجلس سننے کی خاطر وہاں پہنچا ہوا تھا۔ جب امام بارگاہ میں پہنچے تو مولانا بشیر انصاری صاحب خطاب فرما رہے تھے۔ موضوع توحید تھا۔ میں نے زندگی میں پہلی اور آخری مرتبہ دیکھا تھا اور وہی تقریر سنی تھی۔ توحید کے عنوان کے تحت بہت زبردست تقریر تھی مقام توحید بیان ہو رہا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ یہ وہی بشیر صاحب ہیں جو علماء کی مخالفت میں خدا جانے کیا کچھ کہہ جاتے ہیں۔ لیکن بہر حال وہ فنِ خطابت میں ماہر تھے تقریباً سوا گھنٹہ کے قریب تقریر کر چکے تھے اور ابھی ختم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں منبر کے قریب ہی بیٹھا تھا کہ اچانک مولانا بشیر صاحب کے جوش خطابت میں کمی آ گئی۔ زبان لڑکھڑا گئی اور موضوع بھول گیا ادھر اُدھر کی باتیں مارنی شروع کر دیں۔ سارا مجمع حیران و پریشان کہ ان کو کیا ہو گیا ہے۔ اب لوگوں نے بھی ادھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا۔ اس امام بارگاہ کا دروازہ پچھلی طرف تھا۔ یعنی لوگوں کی ادھر پشت ہوتی تھی مگر مقرر کو ہر آتا جاتا آدمی دکھائی دیتا تھا۔ جب لوگوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سرکار علامہ نجفی مدظلہ زمین پر عبا بچھا کر بیٹھ رہے تھے تا کہ مجلس کا ماحول خراب نہ ہو۔ چونکہ مولانا بشیر صاحب دیکھ چکے تھے لہٰذا وہ بوکھلاہٹ میں ادھر اُدھر کی مارنے لگ گئے۔ پھر ضد میں آ کر خواہ مخواہ گفتگو کو لمبا کرنا شروع کر دیا۔ لوگ بوریت کا شکار ہو گئے۔ آخر خدا خدا کر کے منبر چھوڑا۔ منبر کے ارد گرد چھوٹی چھوٹی دیوار تھی اور ایک ہی طرف سے راستہ تھا۔ انصاری صاحب جب اُس راستہ سے باہر آئے اور سامنے دیکھا کہ سرکار علامہ مدظلہ بھی اسی طرف آ رہے ہیں۔ تو

انہوں نے فوراً راستہ بدلا واپس منبر کی طرف آئے اور دوسری طرف سے دیوار کے اوپر سے ہوتے ہوئے مجمع کو چیر کر باہر چلے گئے۔ عوامی ریفرنڈم کے طور پر اُسی وقت فیصلہ ہوگیا۔ کہ حق پر قائم کون ہے۔ اور حق سے مفرور کون؟ بہر حال سرکار علامہ مدظلہٗ نے خطاب فرمایا اور حق وحقیقت کا اظہار فرمایا (یہ میرا پہلا دن تھا جب میں نے سرکار علامہ مدظلہٗ کی زیارت کی اور شرف ملاقات حاصل ہوا)

لوگ عش عش کر اٹھے۔ ادھر یہ صورت حال تھی اور ادھر انصاری صاحب ایک ملازم کے ساتھ فوراً اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔ وہاں سے اپنا سامان اٹھایا اور پیدل ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئے۔ تقریباً مغرب کا وقت تھا۔ اور ٹرین نے رات بارہ بجے کے قریب آنا تھا۔ بہر حال میزبانوں نے تلاش شروع کی پتہ چلا اسٹیشن پر موجود ہیں وہ لوگ ایک بنچ پر تشریف فرما ہیں انکی منت سماجت کی تاکہ علامہ ڈھکو صاحب سے گفتگو ہو جائے مگر وہ نہ مانے اور یہی کہتے رہے کہ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے اس طرح لوگوں کو حق وحقیقت کا پتہ چل گیا۔

۳۵۔ بحیثیت داعی اتحاد بین المسلمین:

سرکار علامہ مدظلہ جہاں ہمیشہ اتحاد بین المومنین پر زور دیتے ہیں وہاں اتحاد بین المسلمین کے لئے بھی کوشاں رہتے ہیں اسکے بہت بڑے داعی ہیں چونکہ مسلمانوں کی ترقی اتحاد میں پوشیدہ ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا اتحاد اسلام دشمن قوتوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ ان کا فائدہ اسی میں ہے کہ مسلمان تفرقہ بازی کا شکار ہیں۔ ان کی قوت یکجا نہ ہونے پائے اور وہ اپنے اصول تقسیم کرو اور حکومت کرو یعنی (Divide and Rule) کے تحت اپنے مشن میں کامیاب ہیں۔ اور بدقسمتی سے کئی مسلمان بھی ان کے آلہ کار بن کرامت مسلمہ کو کمزور کرنے کے درپے ہیں سرکار علامہ مدظلہ نے مسلمانوں کے درمیان اخوت وبھائی چارگی پیدا کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیا۔

اپنی تقریروں میں اور تحریروں میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا۔ کہ کہیں کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت کے تمام مکاتب فکر کے علماء علمی مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بحث ومباحثہ بھی کرتے ہیں۔ حتی کہ علامہ صاحب قبلہ کے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں اہلسنت کے علماء بھی آتے ہیں۔ اور عام لوگ

بھی مولانا اسحاق مدنی نے ایک سال جلسہ میں تقریر کی اور دوران خطاب انہوں نے کہا تھا کہ ہمارا شیعوں کے بارے تاثر اچھا نہیں تھا۔ لیکن جب سے علامہ صاحب قبلہ کی کتب احسن الفوائد اصول الشریعہ کا مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ اصول اسلام و تشیع کیا ہیں۔ اور جو تشریح موضوع توحید و رسالت کی علامہ صاحب نے فرمائی ہے۔ ہمارے ہاں تو کچھ بھی نہیں اور ہمیں شیعیت کا صحیح تعارف علامہ صاحب کی تحریروں سے ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک اتحاد بین المسلمین کی کانفرنسیں جہاں بھی ہوں سرکار علامہ مدظلہٗ کو مدعو کیا جاتا ہے اور آپ تشریف لے جاتے ہیں۔

اسلامی جمہوری ایران میں ربیع الاول کے مہینے میں ہفتہ وحدت کی تقاریب ہوتی ہیں۔ حکومتِ ایران کی دعوت پر سرکار علامہ تشریف لے جاتے ہیں۔ وہاں دنیا بھر سے مسلمان سکالرز مدعو ہوتے ہیں علامہ صاحب چونکہ صرف اردو ہی نہیں عربی اور فارسی میں بھی رواں خطابت فرماتے ہیں اس لیئے وہاں کانفرنس میں بھی اپنا سکہ بٹھاتے ہیں کسی قسم کے موضوع پر فوراً خطابت کے لیئے تیار ہو جاتے ہیں اسی اتحاد بین المسلمین کی اہمیت کے پیش نظر وہ مناظرانہ گفتگو سے پرہیز کرتے ہیں۔ ہاں البتہ کوئی تحقیق حق کے لیئے آپ کے پاس آئے تو پھر احسن انداز سے اسکے سوالوں کے جوابات دیتے ہیں اور اس طرح آنے والا بغیر متاثر ہوئے نہیں جاتا۔

مسلمانوں کے مشترکہ مسائل میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ خصوصاً مسئلہ ختم نبوت پر سرکار علامہ مدظلہٗ نے اس تحریک کے دروان اتنے سرگرم اور پر جوش طریقے سے حصہ لیا کہ سارے فرقوں کے علماء حیران رہ گئے۔

اس اتحاد کی برکت ہے کہ چند سال پہلے جب ملک میں ابھی ڈپٹی کمشنر کا نظام موجود تھا۔ سرگودہا میں ایک نئے ڈپٹی کمشنر صاحب تعینات ہوئے تھے یوسف نسیم صاحب محرم کی آمد سے چند دن پہلے انہوں نے محکمہ داخلہ کی ہدایت پر کافی سارے علماء کو نظر بند کر دیا۔ تھا۔ علامہ صاحب قبلہ کو بھی دھوکے سے بلایا گیا۔ کہ ایس ایس پی ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ خیر اس واقعہ میں جو وفد ڈپٹی کمشنر کو ملا اس میں دیوبندی مکتبہ فکر کے قاری عبدالسمیع صاحب، مولانا

سعید ہاشمی صاحب اور دیگر علماء میرے ساتھ بیٹھے اور سب نے بیک زبان کہا کہ ڈی سی صاحب ہم جو چند پرانے لوگ شہر میں امن کی ضمانت سمجھے جاتے ہیں انہی پر آپ نے ہاتھ ڈالا ہے اگر علامہ نجفی صاحب مدظلہ اندر گئے تو امن وامان کا ضامن کون ہوگا ان کو واپس لائیں یا ہمیں بھی ان کے پاس بھیج دیا جائے۔ اور ہم سارے مل کر انہیں لینے جائیں گے مجبوراً ڈی سی کو فوراً آرڈر کرنا پڑے۔ اور علامہ صاحب قبلہ گھر تشریف لے آئے۔

تو یہ ہے اتحاد بین المسلمین کی برکت کی مختصری جھلک۔ بعض لوگ اتحاد سے ادغام مراد لیتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ ہر مکتب فکر اپنے مسلمہ عقائد پر قائم رہتے ہوئے مشترکات پر عمل پیرا ہو اور فروعات اور اختلافات کو نہ چھیڑا جائے۔ جیو اور جینے دو کی پالیسی اپنائی جائے تو اس کا نام اتحاد ہے۔ یعنی مشترکہ دشمن کے خلاف ایک ہو جاؤ پرچم توحید تھام لو۔ لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر اپنی عمارت قائم کرو اور دنیا میں ترقی کرتے جاؤ۔

بڑھتے رہیں یونہی قدم

حی علی خیر العمل

یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں جب بھی اتحاد بین المسلمین کی کوئی تحریک چلی ہے تو سرکار علامہ نجفی مدظلہ اسکے بنانے اور کامیاب کرنے میں پیش پیش نظر آتے ہیں چنانچہ اسلامی ملی یکجہتی کونسل ہو یا متحدہ مجلس عمل انکی تشکیل میں آپ نے ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ والحمدللہ۔

۳۶۔ بحیثیت مظلوم عالم دین:

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے حق کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کیا۔ صعوبتیں برداشت کیں اور مظالم سہے ان لوگوں کو سب سے زیادہ اپنوں سے تکالیف پہنچیں۔ درباری اور بازاری ملاؤں نے مخالفتیں کیں۔ یعنی غیر تو اس لیئے مخالف ہیں کہ یہ شیعیان علیؑ میں شمار ہوتے ہیں۔ اور اپنے اس لیئے مخالف ہیں کہ یہ اُن کی اصلاح چاہتے ہیں اسی لیئے سرکار علامہ مدظلہٗ ہمیشہ ایک شعر پڑھتے ہیں۔ جو واقعی حقیقت حال کے عین مطابق ہے۔

ے اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی نا خوش

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

سرکار علامہ مدظلہٗ کے اساتذہ کرام ہوں یا منصف مزاج مومنین وہ تو علامہ صاحب کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں۔ چونکہ وہ حقائق کو جانتے ہیں۔ مگر کچھ ہم عصر علماء اور ذاکرین کا طبقہ اُن کو ہدف تنقید بنانے میں مصروف رہتا ہے۔ ذاکرین کی تو روزی کا مسئلہ تھا۔ ان کی مخالفت کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے۔ چونکہ ان کی اس کھلم کھلا تجارت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ سرکار علامہ نے اس طرح مک مکاوہ کو ناجائز قرار دیا تھا۔ پھر جھوٹے واقعات چاہے فضائل میں ہوں یا مصائب میں اور فلمی گانوں کی طرزوں پر قصائد ومراثی کا پڑھنا۔ وغیرہ یہ سارے معاملات مخالفت کا سبب بنے۔ یعنی ذاکرین نے بجائے اپنی اصلاح کرنے کے الٹا علامہ صاحب کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

البتہ علماء کرام کی طرف سے مخالفت یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر علامہ صاحب قبلہ نے قرآن وحدیث اور ارشاداتِ آئمہ معصومین علیہم السلام سے ہٹ کر کوئی چیز تحریر کی ہے۔ تو اس کی نشاندہی کی جائے اور اگر سب کچھ وہی ہے جو قرآن میں ہے۔ حدیث پیغمبر اسلام اور فرامین آئمہ علیہم السلام میں ہے۔ اور متقدمین علماء کرام کے ارشادات میں ہے۔ تو پھر یہ ہاؤ ہو اور مخالفت برائے مخالفت کہیں حسد پر مبنی تو نہیں ہے؟؟

چونکہ بقول علامہ اختر عباس صاحب قبلہ مرحوم کے (بلکہ حدیث میں وارد ہیں) حسد کے دس حصے ہیں نو حصے تو علماء کے لیئے ہیں اور ایک حصہ باقی سارے لوگوں کے لئے ہیں اور پھر اس میں بھی علماء شریک غالب ہیں۔ بہرحال علمی دنیا میں اس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ مختلف انداز سے علامہ صاحب قبلہ کی مخالفت کی جاتی ہے کبھی ان کی کتابوں پر اعتراض۔ کہ ابھی وقت نہ تھا۔ کبھی اُن کی تقاریر پر اعتراض کبھی ان کے اجتہاد پر اعتراض۔ غرضیکہ ان کے ہر اچھے کام پر اعتراض اور اعتراض کرنے والے اکثر وہ حضرات ہیں۔ جو اکثر وبیشتر ان کے شاگردان ہیں یا شاگردوں کے شاگرد۔

بہر حال موجودہ حالات میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو تونے دیے ہیں انداز خسروانہ

حقیقت یہ ہے کہ لوگ شکوہ وشکایت کر کے تھک جاتے ہیں سرکار علامہ مدظلہ کے اعصاب پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے اور سنی بات کو ان سنی کر کے اپنے ہدف کی تکمیل اور مقصد کی تحصیل میں مشغول رہتے ہیں اور کسی کو رسید بھی نہیں دیتے اور نہ جواب الجواب دینے کے گورکھ دھندے میں پڑتے ہیں ان کے حالات اور واقعات کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ واقعاً وہ ایک مظلوم عالم دین ہیں لطف بالائے لطف یہ ہے کہ مخالفت کے طوفانوں کے باوجود جن کا وہ پچاس سال سے مقابلہ کر رہے ہیں وہ اکثر و بیشتر مرزا غالب کا یہ شعر پڑھا کرتے ہیں:

زمانہ بہت کم ازارو ہے بجان اسد
ورنہ ہم تو توقع زیاد رکھتے ہیں

کیونکہ یہ راستہ ہی ایسا ہے جس پر کانٹے اور پتھر ہین پھولوں کی پیتاں نہیں ہیں یہ انبیاء کا راستہ ہے ان کے اوصیاء کا راستہ ہے صلحاء کا راستہ ہے اور شہداء کا استہ ہے

ع جس کو جان و دل عزیز اس گلی میں آئے کیوں؟؟

☆☆☆☆☆

﴿تیسرا حصہ﴾

حضرت علامہ آیت اللہ نجفی کا انداز اصلاح:

سرکار علامہ مدظلہٗ نے قوم کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر اصلاح احوال کا بیڑہ اٹھایا۔ نام نہاد مقررین اور بے عمل ذاکرین کی رنگین مزاجیوں اور بے لگام تقریروں سے قوم کا اکثر طبقہ عقائد میں مشرک اعمال میں فاسق اخلاقیات میں بے راہ رو اور رسومات میں ہندوانہ رسم ورواج کا پابند ہوتا جارہا تھا۔ اس لیئے سرکار علامہ مدظلہ نے مندرجہ ذیل پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر قوم کی بگڑتی ہوئی تقدیر کو سنوارنے کا عزم بالجزم کیا۔

۱۔ اصلاح عقائد

۲۔ اصلاح اعمال

۳۔ اصلاح اخلاقیات

۴۔ اصلاح عبادات

۵۔ اصلاح رسومات

۶۔ اصلاح مجالس

اصلاح عقائد:

کسی بھی مذہب کی بنیاد عقیدہ پر ہوتی ہے۔ مذہب اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے۔ اور مذہب تشیع اسلام کی مکمل تفسیر کا دوسرا نام ہے۔ لہٰذا اس کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر ہے۔ یعنی مرکزی نقطہ توحید ہے۔ اور یہی بات مذہب تشیع کو دوسرے مذاہب پر فوقیت دیتی ہے۔

(اس کی مزید تفصیل علامہ صاحب کی کتاب احسن الفوائد میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے)

مذہب تشیع کے بنیادی عقائد اور ان کے دوسرے فرقِ اسلامی سے امتیاز پچھلے صفحات پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

سرکار علامہ مدظلہ نے مذہب تشیع کے مسلمہ عقائد کو واضح کیا۔ تحریر و تقریر میں عوام الناس کے سامنے پیش کیا۔ جسے کچھ لوگوں نے اپنی طبیعتوں کے خلاف سمجھا۔ اور پھر مخالفت برائے مخالفت شروع کردی۔ لیکن بموجب

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہوگئے

بفضلہ تعالیٰ سرکار علامہ مدظلہ کی تحریوں اور تقریروں اور دوسری عملی کاوشوں سے اندروں ملک اور بیرون ملک ایک ذہنی انقلاب آچکا ہے۔ تو سلیم الفطرت لوگ صحیح عقائد کو اپنا رہے ہیں اور مشرکانہ عقائد کو چھوڑ رہے ہیں۔ اس طرح حق کا پرچم روز بروز بلند سے بلند تر ہوتا ہے۔

اصلاح اعمال:

عمل کی بنیاد عقیدہ پر ہوتی ہے اگر عقیدہ درست ہوگا تو عمل بھی صحیح ہوگا لیکن اگر عقیدہ غلط ہو اور من گھڑت ہو یعنی نہ خداوند کریم کے فرمان کے مطابق نہ ارشادات محمد و آل محمد علیہم السلام کے مطابق تو پھر عمل بھی من پسند ہوگا۔ جو کہ قبول نہیں ہوتا۔

سرکار علامہ مدظلہ نے اسی لیئے زیادہ زور ہی اصلاح عقائد پر دیا۔ تاکہ اس کی بنیاد پر عمل خود بخود درست ہو جائے۔

اگر عقیدہ کی بنیاد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ پر ہوگی تو عمل بھی اسی کے مطابق ہوگا۔ یعنی لا الہ الا اللہ۔ نہیں کوئی معبود و مسجود سوائے اللہ کے (لفظ اللہ کا مکمل مفہوم سمجھنے کیلئے پارہ ۲۰ کا پہلا رکوع پڑھا جائے)۔ اس حصہ میں مکمل توحید کا درس مضمر ہے۔ یعنی وہی ہستی لائق عبادت ہے۔ جو خالق بھی ہے۔ رازق بھی

ہے۔ منتظم کائنات بھی ہے اور محی و ممیت جیسا کہ خود مالک ارشاد فرماتا ہے۔

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم اللہ وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں رزق دیا۔ پھر تمہیں موت دے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

اور بھی بیسیوں آیات ہیں۔ لیکن اسی ایک آیت مبارکہ سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ان افعال میں کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ لہٰذا وہی ذات اس قابل اور لائق ہے کہ اس کے سامنے اپنی پیشانی کو جھکایا جائے اب اسی عقیدہ کے مطابق عمل ہو گا۔ یعنی عبادت کی جائے گی۔ تو صرف اللہ کی غیروں کے سامنے سجدے کرنے کی بجائے اس پروردگار کے سامنے سجدہ ریز ہونا پڑے گا۔ دعا مانگی جائے گی تو صرف اسی پروردگار عالم سے جو دعاؤں کا سننے والا۔ اور علی کل شئی قدیر ہے۔ مدد مانگی جائے گی تو صرف اُسی خالق و مالک سے جو مدد کرنے کے قابل ہے۔ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ یعنی اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں کلمہ کا دوسرا حصہ۔ شہادت و گواہی رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

نبیؐ و رسولؐ کا کام اللہ کے احکام اسکے بندوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔ احکام خداوندی میں ردّو بدل اور کمی بیشی کرنا ان کا کام نہیں و نیز بشارت و نذارت کا بھی ان کا فریضہ ہے بنا بر مشہور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر نمائندگان خدا بن کر لوگوں کی ہدایت کے لیئے آئے۔ سب سے آخر میں ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰؐ تشریف لائے اور دین مکمل ہو گیا۔

کلمہ کا تیسرا حصہ، اس بات کی واضح گواہی دے رہا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ کے ولی اور اللہ کے رسولؐ کے بلافصل وصی اور خلیفہ ہیں۔ ان کی اولاد امجاد میں سے گیارہ آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔ اور آئمہ طاہرین کا کام خدا کے بنائے ہوئے مصطفیٰؐ کے بچائے ہوئے دین مبین کی تبلیغ و اشاعت اور مشکل وقت میں اس کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔

لہٰذا اللہ کے بنائے ہوئے، محمد مصطفیٰؐ کے بچائے ہوئے اور حضرت علیؑ سے لے کر مہدی دوران عجل اللہ

فرجہ والشریف کے بچائے ہوئے دین کے مطابق اپنے اعمال کی اصلاح کرکے بجالانا۔اصل دین ہے یعنی نم
پڑھنا ہے تو ارشاد آئمہ کے مطابق۔روزہ رکھنا ہے تو سرکار آئمہ طاہرینؑ کے حکم کے مطابق۔زکوۃ وخمس ادا کرنا
تو ان ذوات مقدسہ کے فرمان کے مطابق غرضیکہ سارے اعمال سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام کے فرمودات کی روش
میں ادا کرنے چاہئیں۔

نہ عقیدہ میں اپنا قیاس اور پسند وناپسند چلے گی اور نہ ہی عمل میں جیسا کہ بعض کم علم اور کم عقل افراد عقی
میں افراط وتفریط سے کام لیتے ہیں اور شرک اور پھر اس کی بنیاد پر عمل میں بھی اپنی پسند وناپسند کو داخل کر لیتے ہ
مثلاً کہیں عقیدہ توحید میں تفویض کے قائل ہوجاتے ہیں تو امامت میں غلو کے۔

اسی طرح عمل کے میدان میں ساری حدیں پار کر جاتے ہیں۔نہ قرآن کے ارشادات کی پرواہ نہ حدی
پیغمبر اور نہ ہی فرمودات آئمہ طاہرین کی پرواہ اور پھر بھی چشم بدور پکے مومن۔

اصلاح اخلاقیات:

سرکار علامہ مدظلہ العالی نے جہاں عقیدہ وعمل کی درستگی وپختگی پر زور دیا۔وہاں آخلاقی اقدار اور سیرت
کردار کی بلند اور درستگی پر بھی اپنی تحریر وتقریر میں بڑے موثر انداز سے زور دیا تا کہ ایک شخص سچا مومن ومسلم
ہونے کے ساتھ ساتھ با اخلاق انسان بن سکے خصوصاً مقررین کے بارے اُن کا مشہور مقولہ ہے۔کہ مقررین
خلوت وجلوت ایک جیسی ہونی چاہیئے مگر "چوں بخلوت می روند آں کار دیگری کنند" خداوند کریم کا ارشاد ہے:

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة

رسولؐ خدا کی سیرت طیبہ میں تمہارے لیئے بہترین نمونہ عمل موجود ہے

انک لعلی خلق عظیم

بے شک تو خلق عظیم کا مالک ہے

پیغمبر اکرمؐ اور کی اہلبیت اطہارؑ کی سیرت ہمارے سامنے موجود ہے بنو امیہ ہوں یا بنو عباس یا دیگر دشمنا

اہلبیت وہ ان پر ظلم ضرور کرتے رہے۔ لیکن سیرت آئمہ پر کوئی زبان درازی نہ کر سکے۔ اور نہ ہی ان کی روش و رفتار پر کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا کوئی دھبہ ثابت کر سکے بفضلہٖ سرکار علامہ مدظلہ کی ذات گرامی سیرت اہلبیتؑ کا مجسم نمونہ ہے اور کھلی ہوئی کتاب کی طرح تمام دوستوں اور دشمنوں کے سامنے موجود ہے ان کے بڑے سے بڑے مخالف بھی انکے خلاف بہت باتیں کرتے ہیں مگر ان کے کردار اور اخلاق اطوار کے خلاف لب کشائی نہیں کر سکتے اور نہ ہی انکے دین و دیانت اور امانت پر کوئی اور اعتراض کر سکتے ہیں۔

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

یعنی

ع ایں سعادت بزور بازو نیست

اصلاح عبادت:

اصلاح عبادات کے سلسلہ میں سرکار علامہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ ”عبادات شرعیہ توقیفی ہیں۔ یعنی ان کی تشریح و جواز اور ان کی ادائیگی کا طریقہ کار اور ان کے شرائط و قواعد اور اوراد و اذکار کا دار و مدار شارع مقدس کے اذن و اجازت پر ہے۔“ (اصلاح الرسوم ص ۸۷)

کوئی بھی انسان خواہ دینی یا دنیوی طور پر وہ کتنا عظیم الشان کیوں نہ ہو وہ کسی طرح بھی عبادات میں کمی بیشی یا ترمیم و تنسیخ کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اور ہمارے مذہب کا تو طرۂ امتیاز ہی یہی ہے۔ کہ اس میں قیاس، مصالحِ مرسلہ اور استحسان وغیرہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ا

س میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ کا کلام (قرآن مجید) ہے۔ اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کا فرمان (حدیث) ہے و بس۔ اور اگر تشریح و تفسیر قرآن کے سلسلہ میں کوئی چیز سند ہے۔ تو وہ انہی ذوات مقدسہ کا قول و فعل ہے اور اگر حجت ہے۔ تو انہی کی تقریر۔ اس کے علاوہ

جو کچھ بھی ہے وہ مایۂ وہم و خیال ہے

الغرض

کل مالم یخرج من ھذا البیت فھو زخرف (اصول کافی)

یعنی جو چیز سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے گھر سے نہ ملے وہ باطل ہے (ارشاد امام جعفر صادقؑ)

لہٰذا ہر وہ ورد، تعویز، وظیفہ، عمل، حکم اور عبادت جو سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے گھر سے نہ نکلے وہ باطل ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت علامہ فرماتے ہیں:

"اغیار نے تو جب آل محمدؑ کا دامن چھوڑ دیا تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی طرف سے نقوش و ہند سے اور تعویزات و چلے وغیرہ ایجاد و اختراع کر لیئے بلکہ اپنی طرف سے عبادات بھی ایجاد کر لیں۔ جیسے نماز تراویح، نماز چاشت اور نماز گیلانی وغیرہ۔

ان لوگوں کی اس روش کو دیکھتے ہوئے رفتہ رفتہ یہ چیزیں آئمہ طاہرینؑ کے ماننے والوں میں بھی سرایت کر آئیں۔

یہاں کے نام نہاد پیروں فقیروں اور تعویزی ملاؤں کے ہاں بھی خانہ ساز دم درود، نقوش اور تعویزات چلنے لگے۔ چلہ کشیاں ہونے لگیں۔ حالانکہ ہماری روایات میں ان کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ہم مشہور تعویذات استعمال کریں۔ فرمایا نہ مگر وہ جو قرآن سے ہوں۔

پھر فرمایا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں

"ان کثیراً من القریٰ و التمائم من الاشراک"

کہ بہت سے افسوں اور تعویذات شرک سے ہیں

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''ان کثیراً من التمائم شرک''

بہت سے تعویذات شرک ہوتے ہیں (وسائل الشیعہ)

اس کی وجہ کیا ہے؟

صرف اس لیئے کہ وہ تعویذات قرآن مجید اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے فرمان سے ماخوذ نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں ہمارے بعض علماء کرام اتنے محتاط ہیں۔ کہ اس کی مثال نہیں ملتی چنانچہ علامہ کنتوری علیہ الرحمہ انتصار السلام ج ۳ میں سورۃ رحمٰن کے ایک مخصوص عمل کا تذکرہ کرنے کے بعد جو چیچک کے دفعیہ کے لئے مجرب ہے۔ فرماتے ہیں کہ: ''میں یہ عمل اس لیئے نہیں کرتا کہ یہ کسی امام معصومؑ سے منقول نہیں ہے۔''

اللہ اللہ کہاں علماء شیعہ کی یہ احتیاط اور کہاں ہمارے ڈنڈی مار پیروں فقیروں کی بے احتیاطی۔ کہ ہر رطب و یابس کو حرز جان بنائے بیٹھے ہیں۔

اسی طرح کئی دوسرے اعمال میں بھی کمی اور زیادتی کی گئی جن کی تفصیل سرکار علامہ مدظلہ کی کتاب اصلاح الرسوم میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ان خود ساختہ اعمال پر سرکار علامہ مدظلہٗ نے اپنی شرعی ذمہ داری سمجھتے ہوئے بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔ چاہے وہ کسی کو اچھا لگے یا بُرا

ے مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

اصلاح رسوم کا تذکرہ:

سرکار علامہ مدظلہٗ کی ذات گرامی مختلف رسوم کی اصلاح کی وجہ سے اپنوں اور غیروں دونوں طبقات کی تنقید کا نشانہ بنی۔ چونکہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان ہندو سکھ عیسائی برہمن اور انگریز غرضیکہ مختلف قومیں آباد رہیں۔ ان کے میل جول اور اختلاط سے ایسی ایسی رسمیں وجود میں آئیں۔ کہ الامان والحفیظ۔ اور پھر لوگ باوجودیکہ مسلمان ہوگئے کلمہ پڑھ لیا۔ لیکن رسموں کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہوگئے۔ کہ ان کو ادا کیئے بغیر نہ کوئی خوشی کا موقع مکمل

ہوتا ہے اور نہ غم کا لیکن جب سرکار علامہ مدظلہ نے ان رائج غلط رسوم کا قلع قمع کرنے کے لیئے ایک مستقل کتاب بنام ''اصلاح الرسوم'' لکھی۔ تو اپنے پرائے تڑپ اٹھے کہ یہ کیا ہو گیا؟ کیا ہمارے بزرگ اور آباؤ اجداد غلط تھے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن پھر یہ شور و غوغا جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ کیونکہ ان کے پاس سرکار علامہ مدظلہ کے دلائل کے رد میں کوئی دلیل نہ تھی۔ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارے جھوٹی سچی روایات پیش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کاغذ کی ناؤ کب تک چل سکتی ہے۔ بعض بونے قد کے افراد نے اصلاح الرسوم کے جوابات لکھنے شروع کیئے۔ ایسے ایسے جوابات کہ اُن کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔ صرف اپنی دکانداری چمکانے کے لیئے کتابیں لکھ دیں۔ لیکن ان کو اطمینان نہ آیا۔ ایک کچھ لکھتا ہے۔ پھر دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ گویا ایک دوسرے کی علمی قابلیت پر بھی یقین نہیں۔

بہر حال ان تمام کتابوں کے جواب میں ایک کتاب اس راقم کی طرف سے بھی ''تبصرۃ المغموم فی اجوبۃ اصلاح الرسوم'' کے نام سے آچکی ہے جو انشاء اللہ ان تمام کے رد میں کافی و وافی ہے۔ اور بفضلہ کئی دلی بیماریوں کے لیئے شافی ہے سرکار علامہ مدظلہ فرماتے ہیں۔

کہ میں نے اس کتاب (اصلاح الرسوم) میں اعتقادات سے لے کر عبادات تک اور معاملات سے لے کر ہر ہر شعبہ حیات تک اور اس میں جاری رسوم و عادات تک جہاں جہاں غلط عقائد و اعمال اور غلط رسم و رواج کی نشاندہی کی ہے۔ اور ان کی بیخ کنی کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وہاں قرآن اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے فرمان اور علماء اعلام کے کلام و بیان کی روشنی میں پہلے صحیح اسلامی و ایمانی حقائق و معارف اور صحیح اور جامع ہدایات بھی مختصراً مگر جامع انداز میں پیش کر دیے ہیں۔ تاکہ ابطال باطل کے ساتھ ساتھ احقاقِ حق کا فریضہ بھی ادا ہو جائے۔

ہم موحد ہیں ہمرا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایمان بن گئیں

(تفصیل کے لیئے ملاحظہ فرمائیں اصلاح الرسوم)

اصلاحِ مجالس:

عزاداریٔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام سے ملت اسلامیہ شیعہ خیر البریہ کے پاس ایک ایسا مقدس سٹیج ہے۔ کہ جو کسی بھی ملت وقوم کو نصیب نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا مقدس مدرسہ ہے کہ جس میں ہر عمر اور مکتب فکر کے لوگ آسکتے ہیں اور اس درس حسینیؑ سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

سرکار علامہ مدظلہ فرماتے ہیں۔

''عزاداری سید الشہداء اگر صحیح طریقہ پر منائی جائے تو نہ صرف یہ کہ یہ بہترین عبادت ہے۔ بلکہ قومی وملی حیات کے لیئے بمنزلۂ شہ رگ حیات بھی ہے''

ملت تشیع پر بہت ظلم ہوئے خصوصاً بنی امیہ اور بنو عباس کے ادوار میں مذہب حق کی بقا اسی عزاداری کی مرہون منت ہے۔ یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کی بے مثل قربانی نے اسلام کو حیات جاوداں بخشی ہے۔ اور اسی عظیم قربانی کی یاد منانے سے ہی اسلام کو زندہ رکھا جاسکتا ہے۔

معصومؑ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری خوشی میں خوش اور ہماری غمی میں غمناک ہوتا ہے۔

لیکن یہاں دیکھنا یہ ہے کہ جن کی خوشی میں خوش اور غمی میں غمناک ہونا شیعیت کی علامت ہے اور اطاعت کی نشانی ہے کیا اس کی کچھ حدود وقیود بھی ہیں یا اپنی مرضی سے مختلف رسوم ورواج کے تحت ان حضراتؑ کی خوشی اور غمی کی تقریب منائی جائے گی؟

تو یقیناً جواب یہی ہوگا۔ کہ جن ہستیوں کی خوشی اور غمی منائی جارہی ہے ان کی منشاء کا خیال رکھا جائے گا۔ تب اجر وثواب ملے گا۔ کیا موجودہ طرزِ عزادری سے وہ تمام فوائد جو حاصل ہونے چاہئیں تھے کیا وہ حاصل ہورہے ہیں۔ یا نہیں تو ایک منصف مزاج قاری ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ وہ کیا کہے؟

عزاداریٔ سید الشہداء میں ایسی ایسی رسومات شامل کردی گئی ہیں کہ نہ اُن کا ثبوت خدا کے فرمان میں ہے نہ محمد وآل محمد علیہم السلام کے کلامات میں ہے؟

لیکن اس مقام پر سرکار علامہ مدظلہ ایک بہت خوبصورت جملہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اگر کسی باغ میں کوئی خودرو پودا اگ آئے تو کیا پورے باغ کو اکھیڑ دیا جائے۔ یا مسجد میں قوالی ہو رہی ہ
تو کیا مسجد گرادی جانے نہیں۔ نہیں بلکہ اس کا صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے اصل خرابی کا سراغ لگایا جائے اور جب
اس کا پتہ چل جائے تو اس کا ازالہ کیا جائے اور آئندہ کے لئے اس کا سد باب کیا جائے۔

اس سلسلہ میں سرکار علامہ مدظلہٗ نے ایک مکمل رسالہ ''اصلاح المجالس والمحافل'' کے عنوان سے تحریر کیا جس
میں عزاداری میں رائج غلط رسوم کی نشاندہی فرمائی اور ساتھ ساتھ صحیح عزاداری منانے کا لائحہ عمل بھی بتایا۔

یقیناً یہ کتاب بہت اچھی ہے۔ اس نے لوگوں کے ضمیروں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اور لوگ سوچنے پر مجبور ہو گ
کہ

ع یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

لیکن یار لوگوں کو جو نقطہ سب سے زیادہ تکلیف دہ لگا۔ وہ مکا وہ چکا وہ تھا۔ یعنی مجلس حسینؑ ایک عبادت نہ رہی بلکہ اس
پر سودا بازی ہونے لگی۔

اور سرکار علامہ کی طرف سے اس سودے بازی پر کڑی تنقید کی وجہ سے کچھ پیشہ ور مقررین و ذاکرین ک
روزی بند ہونے کا اندیشہ تھا لہٰذا شور وغوغا ہونے لگا۔

دوسری بات جھوٹی روایات سے پرہیز کے متعلق ان لوگوں کو بُری لگی۔ کیونکہ انہوں نے ساری عمر تو سی
گزٹ اور جھوٹی روایات و افسانوں کو پڑھ پڑھ کر گزاری۔ اب کہاں سے تحقیق کریں اور کیا کریں؟

مثلاً لاہور میں بی بی پاکدامن کا واقعہ۔ جناب صغریٰ کا واقعہ جناب قاسم کی شادی۔ مہندی وغیرہ۔ جنا
مسلم کے فرزندان کا ایک دوسرے جنازہ پڑھنا۔ غرضیکہ کافی روایات ایسی ہیں جن کی کوئی بنیاد نہیں مگر سب مقرر
اور ذاکرین ان کو پڑھتے ہیں اور مصائب کامیاب بناتے ہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ:

قارئین کیلئے ایک واقعہ نقل کرنا چاہتا ہوں جو ذہنوں کو بیدار کرنے کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ضلع ڈیرہ غازیخان تحصیل تونسہ کے ایک مقام کے رہنے والے ایک ذاکر نما مولوی صاحب (نام جان بوجھ کر نہیں لکھ رہا۔ کہ شاید انہوں نے توبہ اور اصلاح کر لی ہو تو اُن کی شکایت یا غیبت نہ بنے) ایک جلسہ میں تقریر کر رہے تھے۔ مصائب میں انہوں نے جناب مسلم کے فرزندان کی شہادت پڑھی۔ مصائب خاص لگ نہیں رہا تھا۔ تو انہوں نے (حالانکہ وہ مدرسہ شیعہ میانی کے فاضل عربی بھی تھے) جھٹ سے کہا کہ بعض مقررین کہتے ہیں کہ بڑے شہزادے نے چھوٹے کا جنازہ پڑھا۔ اور چھوٹے نے بڑے شہزادے کا۔ بس لفظ جنازہ کا آنا تھا کہ ان کا مصائب لگ گیا اور لوگ رونے لگ گئے اور ان کا معاملہ آسان ہو گیا۔

میں اور میرے چند آئی ایس او کے ساتھی جلسہ میں موجود تھے۔ لہٰذا ہم نے اس افسوس کے ساتھ کہ ایک شخص نے کئی سال مال امام کھایا۔ پھر سید بھی ہیں اور مولوی کا لیبل بھی لگا ہوا ہے بھرے مجمع میں بجائے کوئی اچھی بات کرنے کے خاندان رسالت پر جھوٹ بول رہا ہے۔ ہم نے اس مولوی صاحب کو جلسہ گاہ کے دروازے پر روک لیا۔ وہ کسی حد تک واقف بھی تھے کہنے لگے آج کیسی مجلس پڑھی ہے؟ میں نے کہا کیا کہنے سبحان اللہ۔ لیکن ایک کام ابھی کرنا ہے کہنے لگے بتاؤ کیا کام ہے۔ میں نے گزارش کی کہ جناب آپ سارا سال سفر میں رہتے ہیں۔ خدا جانے کہاں فرشتۂ اجل آپ سے ملاقات کے لیئے پہنچ جائے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ آپ کو کفن دفن اور جنازہ نصیب ہوگا یا نہیں۔ آج مومنین کا جم غفیر ہے۔ آپ کو چارپائی پر لٹا کر آپ کا جنازہ پڑھنا ہے۔ بہت ثواب ہوگا۔ اور پھر آپ بے فکر ہو کر سفر کرتے رہنا۔

وہ مولوی صاحب تو لال پیلے ہو گئے کہ یہ کیا مذاق ہے۔ کیا کبھی زندہ کا جنازہ بھی پڑھا جاتا ہے۔ تو میں نے بازو پکڑا اور کہا کہ اگر آل محمدؑ کے گھرانے کے افراد کی طرف یہ منسوب کیا جا سکتا ہے۔ تو تمہارا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جا سکتا۔ شرم سار ہو کر وہاں سے بھاگے۔ اور پھر کبھی یہ واقعہ نہ پڑھا۔ دیگر رسوم عزاداری کی تفصیل کتاب

اصلاح الرسوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

مخالفین کا اندازِ مخالفت:

مذکورہ بالا صفحات پر سرکار علامہ نجفی صاحب قبلہ کا انداز اصلاح مختلف عنوانات کے تحت درج کیا گیا ہے جو کہ منصف مزاج قارئین کے ذہنوں کو بیدار کرتا ہے۔ اور عقیدہ وعمل اور زندگی کے ہر شعبہ میں راہنمائی کرتا ہے۔ لیکن سچ ہے کہ "خدا کرے دشمن بھی ہوں تو شریف ہوں"

لیکن سرکار علامہ مدظلہٗ کی قسمت میں دشمن بھی آئے تو شرافت و دیانت سے عاری۔ اخلاق و کردار سے بے بہرہ۔ انہوں نے علم و تحقیق سے یکسر دور ہو کر جو انداز مخالفت اپنایا۔ اور لوگوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لیئے جو حربے استعمال کیئے اُن میں سے چند ایک ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔

ذاتیات پر حملے:

عقلمندوں کا مقولہ ہے کہ اگر کمزور آدمی کی کسی کے ساتھ لڑائی ہو تو وہ اگر اور کچھ نہ کر سکے تو گالیاں ضرور دے گا بدعائیں دے گا۔ اسی طرح اگر کم علم آدمی کسی اہل علم کے ساتھ جھگڑے گا۔ تو وہ اس کی ذات پر حملے کرے گا۔ اس میں عیب نکالنے کی کوشش کرے گا۔ چونکہ وہ علمی طور پر مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس کی ذات پر اُس کے گھر والوں پر اس کی اولاد پر طرح طرح کے الزام لگانے کی کوشش کرے گا۔ تاکہ اس طرح اُس کی شخصیت کو نقصان پہنچا سکے۔ لیکن جو آدمی حق پر ہوتا ہے۔ اُسے کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ چونکہ خداوند کریم اس کی ذات اور اس کی عزت کا محافظ ہوتا ہے۔

بہر حال اسی انداز کے رکیک ذاتی حملے علامہ صاحب قبلہ کی ذات پر کیئے گئے۔ اُن کے گھر والوں اور اولاد کے بارے میں طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ اُن کے اکلوتے بیٹے کے انتقال پر بالکل اُسی طرح زبان طعن دراز کی گئی۔ جس طرح پیغمبر اکرمؐ کی ذات بابرکات پر وفات ابراہیم کے موقع پر کفار مکہ نے "ابتر" کے الفاظ

استعمال کئے تھے۔ اور آخر خداوند کریم نے آنحضرت کو جناب سیدہ طاہرہؑ کی شکل میں سیدۃ النساء العالمین جیسی عظیم بیٹی عطا فرمائی اور سورۂ کوثر کی تفسیر مکمل ہوئی۔ آج ''ابتر'' کا طعنہ دینے والے حروفِ غلط کی طرح مٹ گئے۔ لیکن اس ایک عظیم بیٹی کی اولاد کثیر پوری دنیا میں موجود ہے۔

خداوند کریم نے علامہ صاحب قبلہ کو اسی انداز سے اولاد سے نوازا ہے۔ ہر سال جلسہ کے موقع پر آپ سے اپنے علمی جانشین کا سوال ہوتا تھا۔ تا کہ علامہ صاحب کسی نہ کسی شخصیت کا نام لے دیں۔ اور پھر بس۔۔۔ لیکن سرکار علامہ منشاءِ خدا اور رضائے الٰہی کے انتظار میں تھے۔ آخر کار خداوند کریم کی توفیق شامل حال ہوئی اور سرکار علامہ کی خاموشی خوشی میں بدل گئی۔ اور مدرسہ کے جلسہ میں مذاکرہ والی نشست میں جب ان سے پھر یہی سوال ہوا۔ تو اُس رات علامہ صاحب کے چہرہ کی خوشی بھی دیدنی تھی۔ اور چند مخلص احباب کے بقول بلا تشبیہ اعلان خم غدیر کی طرح علامہ صاحب نے اپنے بیٹے اور نواسے محمد عمار رضا کو بازو سے پکڑا۔ اور سٹیج پر کھڑا کر کے اعلان فرمایا۔ کہ یہ ہے۔ میرے علم و عمل کا وارث اور انشاء اللہ یہ مجھ سے بھی آگے بڑھے گا۔ خداوند کریم بطفیل محمد و آل محمد علیہم السلام محمد عمار رضا کو صحیح معنوں میں قبلہ علامہ صاحب کا جانشین بنائے۔ اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

آج اُن کے علم و عمل کے وارث موجود ہیں۔ خداوند کریم نظر بد سے بچائے۔ اس کے علاوہ وہ ان کے تربیت یافتہ اور اصلاح شدہ روحانی اولاد پورے پاکستان میں بلکہ بیرون ممالک بھی موجود ہے۔ بچیوں کی مخلوط تعلیم کے بارے میں ایک صاحب نے بڑے طمطراق سے دعویٰ کیا اور اس مسئلہ کو اچھالا۔ جس دور میں یہ مسئلہ اچھالا گیا تھا کہ سرکار علامہ کی ایک بیٹی سرگودہا کالج میں مخلوط تعلیم میں ایم۔ اے کر رہی ہے حالانکہ اس وقت سرگودہا میں مخلوط تعلیم کا ادارہ ہی نہ تھا۔ بلکہ سرگودہا یونیورسٹی تو اب چند سال ہوئے معرض وجود میں آئی ہے اور نہ ہی اس وقت ان کی کوئی بیٹی ایم اے کر رہی تھی۔ اس موقع پر مجھے ایک اخباری بیان یاد آ رہا ہے۔

چند ماہ پہلے پاکستان کے سابق چیف جسٹس عبدالحمید ڈوگر کی بیٹی کا نمبروں کا مسئلہ تھا۔ اسے میڈیا نے خاص طور پر مسلم لیگ ن نے بہت اچھالا تھا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے مختلف سیاستدانوں نے مختلف بیانات دیے۔

لیکن ایک بیان جو مجھے بہت اچھا لگا وہ مسلم لیگ ق کے چوہدری شجاعت حسین کا تھا۔ کہ سیاسی لڑائی کے لیئے اور
بہت سے میدان ہیں۔ بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر سیاست کرنا ہے تو اور الزامات لگاؤ۔ بیٹیوں کی
عزت کو اچھالنا شریفوں کا کام نہیں ہے۔ یہ ایک سیاسی اور دنیادار شخص کا بیان تھا۔ لیکن حیرانگی ہوتی ہے کہ ان عبا بہ
دوش دینداروں میں اتنا شعور بھی نہیں۔

ایک دلچسپ الزام اور اس کا جواب:

استاد العلماء علامہ السید گلاب علی شاہ صاحب قبلہ مرحوم کے بارے میں ذاکرین اور پیشہ ور مقررین نے
خوب واویلا اور شور مچایا تھا۔ کہ ظلم کی انتہا دیکھو۔ کہ علامہ ڈھکو صاحب نے عقدِ سیدہ غیر سید کے ساتھ کرنے کا فتویٰ
دیا ہے۔ اور علامہ سید گلاب علی شاہ صاحب نے سید ہوتے ہوئے اپنی بیٹی کا رشتہ غیر سادات میں کر دیا ہے۔

بچپن سے ہم بھی یہ الزام سنتے آ رہے تھے۔ نام نہاد مقررین جن میں ذاکرین اور کچھ پیشہ ور مولوی
صاحبان بھی شامل تھے۔ خوب ان الزامات کو اچھالتے اور پھر عوام کالانعام کی طرف سے لعن طعن کا سلسلہ شروع
ہو جاتا۔ ایف ایس سی کرنے کے بعد راقم کا داخلہ نشتر میڈیکل کالج ملتان میں ہوا۔ نشتر میڈیکل کالج ملتان کے
ساتھ ہی تھوڑے فاصلہ پر مدرسہ مخزن العلوم شیعہ میانی واقع ہے۔ مدرسہ کو دیکھنے اور علماء کرام سے ملنے کا شوق بھی
تھا۔ لیکن ساتھ ساتھ وہ الزام جو بچپن سے سن رہے تھے۔ اُس کی تصدیق کی جستجو بھی تھی۔ لیکن اس قسم کی بات
پوچھنا بھی بہت عجیب سی لگتی تھی۔ آخر کار قبلہ مرحوم کے چھوٹے فرزند سید محمد کاظم نقوی جن سے بار بار کی ملاقاتوں
کے بعد دوستی کا رشتہ قائم ہو چکا تھا میں نے جرأت کرتے ہوئے یہ مسئلہ چھیڑ ہی دیا۔ میرے دریافت کرنے
انہوں نے خوب قہقہ لگایا اور کہا ڈاکٹر صاحب ہم چھ بھائی ہیں۔ ساری عمر والد صاحب قبلہ دعا مانگتے رہے اور ہمار
بھی یہی خواہش رہی کہ خداوند کریم ہمیں ایک بہن عطا فرما دے۔ تا کہ والدین کو جو بیٹی سے الفت ہوتی ہے۔
بھائیوں کو بہن سے محبت ہوتی ہے۔ ہماری وہ کمی پوری ہو جائے۔ لیکن خدا کی مرضی۔ کہ مالک نے ہمیں بہن دی ہی
نہیں عقد والا مسئلہ تو دور کی بات ہے۔

تقصیر وہابیت کا پروپیگنڈہ:

علماء کرام کو عوام الناس میں بدنام کرنے کے لیئے ایک منظم سازش کے ذریعے شیخی ہڈیاں چوسنے والے حضرات نے تقصیر وہابیت کا خوب پروپیگنڈہ کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ علامہ صاحب قبلہ کی علمیت کے قائل بھی تھے۔ چنانچہ مولوی محمد اسماعیل نے کہا کہ:

''مولانا محمد حسین ڈھکو مرجع خلائق ہوتے اگر مقصر نہ ہوتے''

لیکن اب الحمدللہ وقت آ گیا ہے کہ قوم بیدار ہو چکی ہے خصوصاً نوجوان نسل اب ان مسائل کو سمجھتی ہے۔ اب یہ سارے پروپیگنڈے اپنے ناشرین کی طرح ختم ہو چکے ہیں۔ لہٰذا۔

ع اب راز نہیں کوئی راز رہا سب اہل گلستان جان گئے

عقدِ سیدہ کا واویلا:

چونکہ برصغیر میں احترام سادات کے سلسلہ میں مختلف حدود و قیود علاقائی رسم و رواج کے تحت جاری و ساری ہیں اُن میں ایک عقد سیدہ والا مسئلہ بھی ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کو بنیاد بنا کر عزت سادات کو خوب اچھالا گیا۔ عوام الناس کو نہ تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ معلومات کی۔ حالانکہ علامہ صاحب قبلہ کئی بار فرما چکے ہیں کہ اگر میری کسی تحریر و تقریر میں یہ مسئلہ ہو تو سامنے لایا جائے اور منہ مانگا انعام حاصل کیا جائے۔ ''احسن الفوائد'' میں سرکار علامہ نے احترام سادات میں ایک مکمل باب تحریر فرمایا ہے۔

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے سیدزادیوں کے ساتھ عقد کر رکھے ہیں اور ساری دنیا جانتی ہے ان میں کچھ مقررین بھی شامل ہیں ان کے قوم و قبیلہ کو بھی عوام الناس جانتے ہیں۔ انہوں نے سیدزادیوں کے ساتھ عقد کیئے اور عوامی سطح پر ان کی شہرت بھی ہے۔ وہاں عوام کیوں خاموش ہو جاتے ہیں۔ صرف نام کے ساتھ ہاشمی لکھ دینے سے کوئی شخص ہاشمی نہیں بن جاتا جبکہ ان میں کوئی مراثی ہے اور کوئی خوجہ وغیرہ وغیرہ۔

علمی گفتگو سے ہٹ کر صرف تنقید برائے تنقید کا راستہ:

علامہ صاحب قبلہ کی اس دعوت حق کے باوجود کہ آؤ علمی مسائل کا علمی حل نکالیں اپنے مذہب کو تماشہ نہ بناؤ۔ پھر بھی انہوں نے کوئی علمی طریقہ اختیار نہ کیا۔ اور صرف تنقید برائے تنقید کا راستہ اپنایا۔ اور ان مخالف مولوی حضرات میں سے کچھ ایسے پڑھے لکھے افراد تھے۔ جن کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ وہ لوگ حقائق کو سمجھتے تھے۔ لیکن اُس کے باوجود آنکھیں بند کر کے برادری کا ساتھ نبھاتے رہنے۔ خدا جانے ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا؟

تحقیق کی بجائے سنی سنائی باتوں پر عمل:

تفصیل کی بجائے ایک مقرر کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ جس نے مذہب اہلبیت اختیار کر کے اسی پاک مذہب کو کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ اور ایسی ایسی بدعات اور ذہنی اختراعات کو مذہب کا نام دیا اور عوام الناس میں رائج کیا کہ الامان جن کا تعلق نہ قرآن کے ساتھ ہے۔ نہ آئمہ کے فرمان کے ساتھ۔ اور پھر علی الاعلان منبر پر کہنا کہ میں ہی اس کام کا موجد ہوں۔ یعنی تشہد میں شہادت ثالثہ اور فقرہ اس انداز سے ادا کرتا تھا کہ میں ہی اس کا موجد ہوں نہ خدا نے حکم دیا ہے اور نہ محمد و آل محمد علیہم السلام نے فرمایا ہے۔ لیکن جو نہ پڑھے گا وہ۔۔۔؟ اور یہ عوام کالانعام وہاں بھی نعرے لگاتے تھے۔

اس مقرر کا نام قاضی سعید الرحمٰن تھا۔ اور کروڑ ضلع لیہ کا رہائشی تھا۔

آخری وقت میں اس نے علامہ صاحب قبلہ کو ایک خط لکھا (جس کا عکس مرد علم میدان عمل میں دیکھا جا سکتا ہے) اس میں الفاظ یہ تھے۔ کہ میں نے سنی سنائی باتوں پر ساری عمر آپ کی مخالفت کی اور اب کچھ حضرات سے پتہ چلا ہے کہ یہ باتیں جو آپ سے منسوب کی گئی تھیں غلط تھیں۔ لہٰذا آپ مجھے معاف فرمائیں۔ یہ ہیں ہمارے ذمہ دار مقررین۔

؎ تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

تبلیغ حق اور ترویج دین سے روکنے کے استعماری حربے:

یہ استعمار کی سازش ہوتی ہے کہ بڑے بڑے قابل اور عظیم علماء ورہنمایان کو عوام سے دور رکھنے کے لیئے ان کے خلاف پروپیگنڈہ مہم شروع کردی جاتی ہے۔ اور ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں اُن کو الجھا کر رکھ دیا جاتا کہ ان کی ساری زندگی ان مسائل کا جواب دیئے اور اپنی پوزیشن واضح کرنے میں گزر جاتی ہے۔ اور وہ جوہر قابل کہ جس سے خلقِ خدا کو فائدہ اٹھانا چاہیئے تھا اُسے ظاہر کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔

یہی حالت سرکار علامہ صاحب قبلہ کے ساتھ رہی۔ کہ کبھی تقصیر کا مسئلہ کبھی خالصیت کا الزام کبھی یا علی مدد کے انکار کا الزام کبھی عزاداری کا مخالف ہونے کا الزام وغیرہ وغیرہ الزامات لگا کر انہی مسائل میں محصور کرنے کی کوشش کی گئی تا کہ لوگ اُن کی قابلیت کے قائل ہو کر ہمیں نہ چھوڑ دیں اور ہماری دکانداری کا کیا بنے گا؟

کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ سرکار علامہ مدظلہ تیرہ رجب حضرت علی علیہ السلام کے جشن ولادت کے سلسلہ میں خطاب فرما رہے تھے۔ تقریر کے اختتام پر سوالات ہوئے ایک سید صاحب نے اٹھ کر سوال کیا۔ کہ لوگ کہتے ہیں آپ عزاداری کے مخالف ہیں۔ تو حضرت علامہ نے برجستہ جواب دیا کہ شاہ صاحب یہ اب میں کیا کر رہا ہوں۔ مجلس حسینؑ ہے عزاداری ہے۔ جشن ولادت حضرت علی علیہ السلام ہے۔ اب بتاؤ کہ میں مخالف عزاداری ہوں یا موافق۔ سارا مجمع ہنس پڑا۔ اور وہ شاہ صاحب۔ اُن کو جان چھڑانا مشکل ہو گیا

لیکن بایں ہمہ سرکار علامہ مدظلہٗ نے ہر میدان میں کارہائے نمایاں انجام دے کر واضح کر دیا کہ:

الحق یعلو ولا یعلیٰ علیه

اور کبھی ان معمولی بحثوں میں الجھ کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کیا اور برابر اپنی شرعی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے اور اب تک کر رہے ہیں۔

ذاکرین وواعظین کی نظر میں علامہ صاحب کا نا قابل معافی جرم:

واعظین وذاکرین میں سے اکثر لوگ علامہ صاحب قبلہ کی علمی قابلیت کے قائل ہیں۔ لیکن اُن کی نظر میں علامہ صاحب قبلہ کا نا قابل معافی جرم صرف یہ ہے کہ انہوں نے مجلس حسینؑ پر فیس طے کرنے کو انتہائی سخت انداز میں منع کرتے ہوئے حرام قرار دیا ہے۔ کہ باقی عبادات کی طرح ذکر حسینؑ عبادت ہے۔ لہٰذا عبادت میں للّٰہیت شرط ہوتی ہے۔ لہٰذا مکاوہ چکاوہ جائز نہیں ہے اس لیئے اس عبادت کو تجارت نہ بناؤ اگر علامہ صاحب نجف شرف سے واپسی پر ان لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا دیتے تو آج مرجع خلائق ہوتے اور مالی اعتبار سے بھی ارب پتی ہوتے بہر حال یہ علامہ صاحب قبلہ کی ہی ذات گرامی کو شرف نصیب ہوا ہے۔ کہ وہ اپنے دعویٰ پر قائم ودائم ہیں۔ وگرنہ کئی ساتھ چلنے والے اس رو میں بہہ چکے ہیں۔ مگر علامہ صاحب نے نہ ذاکروں کو خوش کرنے کیلئے مک مکا کو جائز قرار نہیں دیا اور نہ ہی ملنگوں کو خوش کرنے کیلئے بھنگ وچرس کو جائز اور نہ ہی پیروں فقیروں کو خوش کرنے کیلئے تعویذات لکھنے اور جن نکالنے کے دھندے کو جائز قرار دیا ہے ورنہ یہ سب لوگ ان کے گن گاتے اور انکی شان میں قصیدے پڑھتے۔ مگر آپ خدا کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کرنے کے قائل نہیں ہیں

ع کہتے ہیں وہی بات سمجھتے ہیں جسے حق

علامہ صاحب قبلہ کے کارہائے نمایاں تاریخی کارنامے:

سرکار علامہ مدظلہ کی ساری زندگی ہی تاریخی کارناموں سے عبارت ہے چونکہ ایسی عہد ساز شخصیتیں بہت کم ہوتی ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد اور ماحصل ہی تاریخی کارنامے انجام دینا ہیں۔ اسی کتاب کے ابتدائی حصہ میں علامہ صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں میں اس بات کو واضح کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے ہر میدان میں چاہے وہ علمی ہو۔ عقائدی ہو یا عملی ہو تحقیق وتالیف ہو۔ یا درس وتدریس وہ الغرض ہر میدان میں انہوں نے بفضلہ تاریخی کارنامے انجام دیئے ہیں کہ وہ رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم بھی اپنے اہلسنت برادران

کی طرح زندہ کی قدرنہیں کرتے اور مر جانے کے بعد بہت یاد کرتے ہیں۔ حالانکہ زندہ قومیں زندگی میں اپنے محسنوں کی زندگی میں اور بعداز وفات بھی ان میں بھی قدر کرتی ہیں۔اوران کویادرکھتی ہیں۔

مجالس میں علمی مذاکرہ کا جاری کرنا:

مجالس سید الشہداء کے بعد بزم مذاکرہ یعنی سوال و جواب کا سلسلہ سرکار علامہ نے شروع کیا۔تقریر کے بعدایک ایک گھنٹہ لوگوں کے سوالوں کے جواب دینا۔ان کی ذات کا کارنامہ ہے۔وگرنہ بڑے بڑے علماء بھی فوراً سٹیج پر جوابات دینے سے کتراتے ہیں۔اپنے جلسہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کے موقع پر بھی تقریباً دو گھنٹے بزم مذاکرہ کا اہتمام کیا جاتا ہےاورلوگوں کی علمی پیاس بجھائی جاتی ہے۔اسی طرح بالعموم دوسرے مدارس کے اجتماعات ہوں۔یا دیگر مجالس ومحافل اندرون ملک ہو یا بیرون ملک فیض کا یہ چشمہ ہر وقت جاری وساری ہے۔اور خدا کرے تادیر یہ چشمہ اسی طرح جاری وساری رہے بجاہ النبی وآلہ الطاہرین۔

مخالفین کے ساتھ حسن سلوک:

ہمارے آئمہ طاہرینؑ کی سیرت میں بے شمار ایسے واقعات درج ہیں کہ بڑے سے بڑا دشمن اور مخالف اگر دروازہ پر آ گیا تو اسے معاف فرما دیا بلکہ بعض اوقات خود چل کر ان کے دروزہ پر گئے۔اور معاف فرمایا اور اس طرح دین کی نشرواشاعت ہوتی رہی۔

اسی سیرت آئمہ علیہ السلام پرعمل کرتے ہوئے سرکار علامہ مدظلہٗ نے یہ روش اپنائی ہے کہ بڑے بڑے مخالفین کے معافی مانگنے پرانہیں معاف فرمادیا۔ان کی خوشیوں اور غمیوں میں شریک ہوتے رہے۔اپنے ایک مخالف کے انتقال پراس کے فاتحہ کے لئے چلے گئےان کے جانے سے لوگ حیران ہوگئے۔کہ یہ کیا ہیں؟اوروہ کیا کرتے رہےالغرض وہ مخالفین سے انتقام لینے کے بارے میں سوچتے بھی نہیں بلکہ اپنااوران کا معاملہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اور نہ ہی ان کا گلہ کرتے ہیں اور نہ شکوہ وشکایت۔

ایک مخالف نے ضلع رحیم یار خان سے آخری وقت یعنی بالکل ضعیف العمری میں جب ہر طرف سے مایوس ہوگیا۔تو سرکار علامہ صاحب کو خط لکھا۔جس کی عبارت کچھ یوں تھی۔کہ جناب میں نے ساری عمر آپکی مخالفت کی۔ آپ کی ذات کو نشانہ تنقید بنایا۔لیکن اب نہ جانے کس وقت فرشتہ اجل آجائے لہٰذا میں اپنے کیے پر آپ سے معافی چاہتا ہوں۔اور ساتھ ہی گزارش ہے۔کہ مالی طور پر بہت کمزور ہوں اور بیمار ہوگیا ہوں۔میری معاونت بھی کریں۔ (یہ موصوف آپ نے نام کے ساتھ فاضل نجف بھی لکھتے تھے۔ان کا نام جان بوجھ کر نہیں لکھا جا رہا۔کیونکہ سرکار علامہ اس چیز کو پسند نہیں کرتے) بہر حال علامہ صاحب قبلہ نے فرمایا۔کہ میں اپنا معاملہ خدا پر چھوڑتا ہوں اور دوسرے دن اس کے لئے مالی امداد بھی روانہ کردی اور کر رہے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ خداوند کریم محمد وآل محمد علیہم السلام کے صدقے میں سرکار علامہ صاحب مدظلہ کا سایہ اپنے اہلِ خاندان اور مومنین کرام کے سروں پر قائم و دائم رکھے اور ان کو اپنے پرائے مخالفین و معاندین کے شر سے محفوظ رکھے تاکہ وہ اسی طرح ملک و ملت اور دین کی خدمت جلیلہ و جمیلہ انجام دیتے رہیں اور لوگ اس چشمۂ فیض سے تادیر فیضیاب ہوتے رہیں۔

ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آمین بحق النبی وآلہ الطاہرین

دعا گو

ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان ایم بی بی ایس

ڈی پی ایچ پمز (سابق) ضلعی ہیلتھ آفیسر ضلع کونسل سرگودہا

14 اکتوبر بروز بدھ 2009ء

بمطابق 24 شوال المکرم 1430ھ

بوقت 12.15 بجے دن والحمدللہ

قاضی سعید الرحمن کے معافی نامہ کا عکس

رہبر کبیر انقلاب اسلامی ایران مرجع شیعیان حضرت آیۃ اللہ السید روح اللہ الموسوی خمینی اعلی اللہ مقامہ

بسم الله الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلاة جناب مستطاب عماد العلماء الاعلام حجة الاسلام آقای

شیخ محمد حسین نجفی دامت افاضاته وکیل اینجانب هستند در تصدی

امور حسبیه و شرعیه که مربوط است به حاکم شرع و در اخذ وجوه شرعیه حتی سهم مبارک

امام علیه السلام و در صرف آن وجوه نصف سهم مبارک در موارد مقرره

شرعیه و ایصال نصف دیگر را به اینجانب برای حفظ حوزه‌های علمیه

و اوصیه بما اوصی به السلف الصالح من ملازمة التقوی

والتجنب عن الهوی والتمسک بالاحتیاط فی الدین والدنیا وارجو منه

ان لا ینسانی من صالح دعواته والسلام علیه ورحمة الله

[illegible] ۲۴ شهر شعبان المعظم ۱۳۹۰

روح الله الموسوی الخمینی

اجازہ اجتہاد سید المجتہدین سرکار آیۃ اللہ آقائی السید محمد جواد التبریزی النجفی اعلی اللہ مقامہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين وأفضل صلواته وتحياته على من اصطفاه من الأولين والآخرين وجعله رحمة للعالمين
محمد وآله الكهف الحصين وغياث المضطر المستكين وعصمة المعتصمين واللعنة الدائمة على أعدائهم والمخالفين
عنهم أبد الآبدين وبعد فإن شرف العلم لا يخفى وفضله لا يحصى وممن تصدى لطلبه والعمل به
هو جناب العالم العامل العلام والفاضل المهذب الهمام ذي القريحة السليمة والطريقة المستقيمة صفوة
الأعلام عمدة علماء الإسلام المؤيد المسدد الشيخ محمد حسين [illegible] صانه الله ورعاه فإنه قد بذل في
السبيل وهمه من عمره واشتغل به شطرا من دهره وحضر أبحاثنا عند إقامته في النجف الأشرف [illegible]
وتحقيق وتعمق وتدقيق فبلغ بحمد الله مرتبة البلوغ مرتبة الاجتهاد بما ينبغي له وبما يليق ولقد أجزت
له أن يروي عني جميع ما صحت لي روايته سيما الكتب الأربعة التي عليها المدار الكافي والفقيه والتهذيب
والاستبصار وكذلك الجوامع الأخيرة الوسائل والوافي والبحار وغير ذلك من مصنفات أصحابنا وما رووه
من غيرنا بحق إجازتي عن مشايخنا العظام بأسانيدهم المنتهية كلها إلى أرباب المصنفات والكتب والأصول
ومنهم إلى أهل بيت النبوة ومهبط الوحي ومعدن العصمة صلوات الله عليهم أجمعين وأوصيه أن يجعل التقوى
نصب عينيه ويحذر من أن تغره الدنيا فما هو من الدنيا كائن فما قريب كأن لم يكن وما هو كائن من الآخرة
فما قليل كأن لم يزل عصمنا الله جميعا من أن نكون ممن غرته الدنيا فأخلد إلى الأرض واتبع هواه وكان أمره
فرطا ووفقنا لصالح الأعمال وفواضل السجايا بالنبي وآله الطاهرين وأرجوه أن لا ينساني من صالح الدعوات
١٣٧٢
إن شاء الله تعالى والسلام عليه وعلى جميع إخواننا ورحمة الله وبركاته حرر بيمناه الداثرة في اليوم الثامن من شهر [illegible]

(محمد جواد الطباطبائي التبريزي)

استاذ المجتہدین آیۃ اللہ آقائی السید ابو القاسم الحسینی الرشتی النجفی اعلی اللہ مقامہٗ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي فضل مداد العلماء على دماء الشهداء
والصلوة والسلام على سيد الانبياء محمد واله
سادة الاوصياء، واللعنة الدائمة على اعدائهم
الى يوم اللقاء. اما بعد فان العالم العامل والكامل
الفاضل فخر المحققين العظام عمدة العلماء الاعلام
ركن الاسلام الشيخ محمد حسين البنجابي الباكستاني
دامت توفيقاته وتأييداته قد وفقه الله تعالى
للهاجرة من تلك البلاد وسهل له وسائل مجاورة
النجف الاشرف في سنين كثيرة لتكميل العلوم الدينية
والمعارف اليقينية فلم يزل كان يجد ويجتهد في
الترقي الى مدارج العلم والعمل مستمدا من بركات
باب مدينة العلم مجدا في حضور الابحاث العلمية
العالية لدى اساطين الفرقة دامت بركاتهم حضور
تحقيق وتدقيق حتى حاز قصب السبق من الاقران
وسبقهم في هذا الشان وبلغ بحمده تعالى مرتبة
الاجتهاد ونال المراد فليحمد الله تعالى على هذه
النعمة العظمى والمنحة الكبرى وقد اجزت له حفظه الله

ان يروي عني جميع ما صحت لي روايته من مشائخي
العظام شكر الله مساعيهم الجميلة باسانيدي المنتهية
الى الائمة الطاهرين صلوات الله عليهم اجمعين
واوصيه بالتقوى والاحتياط فانه سبيل النجاة
فعلى اخواننا المؤمنين التقدير لشانه الرفيع
والاكبار بمقامه المنيع والاتعاظ بمواعظه الشافية
ونصائحه الكافية والاقبال عليه والحضور لديه لتعلم
المسائل الدينية والمعارف اليقينية ايده الله
وايانا واوصيه بالتقوى والاحتياط في جميع اموره
وان لا ينساني من صالح دعواته في مظان اجاباته
والسلام عليه وعلى جميع اخواننا المؤمنين ورحمة الله
وبركاته [illegible]

اجازہ اجتہاد عمدۃ المجتہدین سرکار آیۃ اللہ آقا السید محمد المرعشی النجفی اعلی اللہ مقامہ

بسم الله الرحمن الرحيم

حمداً لله الذي جعل العلماء ورثة الانبياء وفضل مدادهم على
دماء الشهداء واللعنة الدائمة على اعدائهم الى يوم اللقاء
اما بعد فان العالم العامل الفاضل الشيخ محمد حسين الباكستاني
دام توفيقه وتسديده اقام في النجف الاشرف سنة مديدة وجد
في الحضور عند العلماء العظام والاستفادة منهم استفادة
تدقيق وتحقيق وممن حضر عنده هذا الضعيف في مباحثة الالفاظ
العقلية من كفاية الاصول للمحقق استاذنا الخراساني قدس سره مباحثة
تفهم وتعمق فاذا جد في الترقي الى مدارج الفضل والكمال حتى
حاز مرتبة الاجتهاد فاجزته [illegible] في رد الفروع الى الاصول والجمع
بين اخبار آل الرسول صلوات الله عليه وعليهم اجمعين فله العمل بما استنبطه
من الاحكام ولا يجوز له التقليد فيها فاني اسأل الله سبحانه ان يديمه على الصلاح
والرشاد واوصيه بملازمة طريق الاحتياط والسداد واسأله [illegible] ان
[illegible] العباد وان يجعل [illegible] على [illegible] الاجازة
والسلام عليه وعلى اخواني المؤمنين ورحمة الله وبركاته [illegible] محمد الحسيني المرعشي

[illegible] ١٣٧٤ [illegible]

اجازہ اجتہاد فخر المجتہدین سرکار آیۃ اللہ آقائی السید احمد المستنبط النجفی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله مسدي النعم والآلاء المفضل مداد العلماء على دماء الشهداء وبوافي صلواته
وزواكي تسليماته على سيدنا خاتم الانبياء وسيد الاولين والآخرين من السفراء
وآله الائمة الميامين الاصفياء وبعد فان العالم العامل والناقد الكامل
الفاضل ثقة الاسلام تاج الدين الشيخ محمد حسين النجفي الباكستاني ممن
اتعب نفسه الشريفة مدة مديدة فحضر بحاضر اساطين النجف الاشرف وجد
واجتهد حتى صار بحمد الله وحسن توفيقه واجد الاستعداد لتحصيل الاحكام من
مداركها واوصيه بتقوى الله سبحانه وتعالى والسداد ولا يجعل نفسه جسر النار
ومراعاة كمال الاحتياط وقد ورد ليس بناكب عن الصراط من سلك سبيل الاحتياط
وان لا ينساني من صالح الدعاء واوصي على اخواننا المؤمنين وفقهم الله تعالى
لمراضيه تقدير مساعيه المشكورة واكبار مقامه المنيع والاتعاظ بمواعظه
لنشر ... واقتفاء اثره في الخلائق الكريمة والترحيب عليه والسلام عليه
وعليهم ورحمة الله وبركاته حرره الاحقر احمد الموسوي المستنبط النجفي في ٧ ربيع الاول ١٣٧٩

مصنف کتاب ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان

عشرہ محرم الحرام (1431ھ) مبارک پورہ ضلع بہاولپور میں
مجلس عزا سے خطاب کرتے ہوئے

اس کتاب کے علاوہ دیگر تالیفات

تبصرۃ المغموم علی اجوبتہ اصلاح الرسوم
کمالات علویہ در موازین علمیہ

ملنے کا پتہ:

جامعہ علمیّہ سلطان المدارس الاسلامیّہ

نزد جوہر کالونی سرگودھا